فروغ و فراغ

اور

خاور پارے

تا زِ دیوانم کہ سرمستِ سخن خواہد شدن
ایں مے از قحطِ خریداری کہن خواہد شدن
کوکبم را در عدم اوجِ قبولے بودہ است
شہرتِ شعرم بہ گیتی بعدِ من خواہد شدن

مرزا غالب

خاور سہروردی

عزیز القدر رانا عبدالرؤف کیلئے

بصد خلوص و محبت

خلوص ... وردی

۵ اپریل ۲۰۱۲ء

Note

میری تیز منتخب تحریروں کیلئے

website by Internet

AZ KALAM . Com

AZ KALAM . Com

فروغ و فراغ

اور

خاور پارے

☆

تا ز دیوانم کہ سرمستِ سخن خواہد شدن
ایں مے از قحطِ خریداری کہن خواہد شدن
کوکبم را در عدم اوجِ قبولے بودہ است
شہرتِ شعرم بہ گیتی بعدِ من خواہد شدن

مرزا غالب

خاور سہروردی

چِٹّی چادر لاہ سُٹ کُڑیئے! پہن فقیراں دی لوئی
چِٹّی چادر نوں داغ لگے گا، لوئی نُوں داغ نہ کوئی
کیہہ جاناں میں کوئی وے اڑیا!
کیہہ جاناں میں کوئی ـــــ !

بابا بلھے شاہؒ

کوائف

جملہ حقوق بحق فرزندان حسیب خاور سہروردی در میز خاور سہروردی محفوظ

مطبع	:	بکسن پرنٹنگ پریس، لاہور
طبع	:	اول
تعداد	:	پانچ سو
سال اشاعت	:	1999ء
قیمت	:	-/150 روپے

ناشران: حسیب خاور سہروردی، رمیز خاور سہروردی

فروخت کنندگان

(۱) زین حسیب خاور (۲) حسن حسیب خاور (۳) معز رمیز خاور

۲۱۔ یثرب کالونی ملتان روڈ لاہور (فون 7599887)

(۴) میسرز نذیر سنز پبلشرز ۴۰۔ اے۔ اردو بازار۔ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حصہ اول)

فروغ و فراغ

نفس جبریل کا شامل ہے اس میں
مثالِ صورِ اسرافیل اثر ہے
نظر بھی سوز بھی علم و خبر بھی
کہ میری شاعری خونِ جگر ہے
خاور

خاور سہروردی

ترتیب

(حصہ اول)

فہرست	2
انتساب	4
عرض ریاض (تبصرہ از جناب ریاض احمد)	5
حال دل وارفتہ	11
تعارف مصنف	15
عرض مصنف	15
ویلے ویلے دی گل	16
سوز عطا	
رباعی+لذت عشق	17
ترے دیار کی نعمت سے سنور جاؤں گا	18
ہم تذکیر لوح و قلم کرتے رہیں گے	19
ہستی بے ثبات تو اپنی خود مٹا کے دیکھ	19
تیرے ملن کی آس لگائے ایک زمانہ بیت گیا	20
تسکین دل کے حال نمایاں ہوئے تو ہیں	21
رحمت بہانہ جو تھی گدا مانگتے رہے	21
جب نور تجلی کا اظہار ہوا معلوم	22
کاش ہم بھی کبھی اس بزم کے شایاں ہوتے	22
حمد و دعا	
ساری یہ جلوہ سازی یا حی یا قیوم	23
تو اگر مہربان ہے پیارے	23
میری وفا کو دیکھ نہ میری خطا کو دیکھ	24
آس بے تاب ہو گئی ہوتی	24
جلووں کی فراوانی کیا رنگ ہے لے آئی	25
دل کو سکون روح کو اذن رسا ملے	26
ہر لمحہ تیرا ذکر اور ہر لحظہ تیری بات	26
صل علیٰ (نعتیں)	
الفقر فخری والفقر منی	27
ان مدھ بھرے نینوں میں رضا کھیل رہی ہے	28
فروغ و فراغ	
جبریلؑ سندیسہ لاتے ہیں پر راز کسی کو کیا معلوم	29
جہاں بھر کے حسینوں سے حسیں تر اے حسین تم ہو	30
ازل کا وہ سر نہاں اللہ اللہ	31
ہر سوچ تیری یاد میں ایمان بن گئی	31
ترے آنے سے ہستی میں گل و گلزار کا عالم	32
دل و نظر کی تمنا متاع کل تم ہو	33
مدینے کو تجلی کی زمیں کہنا ہی پڑتا ہے	33
کس شوخ نے ادا سے ردائیں بکھیر دیں	34
یا محمدؐ بہ من سوختہ ساماں نظرے	34
مرے حضورؐ مجھے اپنے گھر بلاتے ہیں	35
انجام کار گردش ایام دیکھئے	35
پڑیں جو دل پر اچانک تجلیات تمام	36
نور ہی نور مہک کیف و سرور آئے ہیں	36
مرے عشق کی ہے عظمت ترا سنگ آستانہ	37
بے نیازی سے وہ انجان بنے بیٹھے ہیں	37
خرابم خستہ حالم یا حبیبی	38
رواں جو قلب میں خود ہیں درود و سلام	38
پہلے ذرا حضورؐ کو تو جان جائیے	39
دن ڈھلا ذکر کے ترانوں میں	39
اللہ اللہ یہ حسن جانانہ	40
مکرم ذی معظم یا محمدؐ	40
نعت نبی پڑھیں بھی پڑھائیں تمام رات	41
دل کی دھڑکن سے لگے اب قرار آنے کو ہے	41
درد غم الفت کی اللہ رے سوغاتیں	42
یا محمدؐ نعت خوانی یا حبس دم خفی ہے	42
نور رشد و ہدیٰ	
یادگار و امانتیں یہ لوگ	43
صلوٰۃ و ذکر سے جن کے دماغ روشن ہیں	43

رنگ حنا (غزلیات)

بزمِ امکاں میں نمایاں ہو کہ ضیاء ہو جیسے 45
جو بات وقت بے خودی الہام ہو گئی 45
آ غمِ یار ذرا عشق کے ماروں سے ملیں 46
جو تیرا غم نہ ہو تو ہم نہ ہوں گے 46
بصد انداز محویت ہوں بزمِ یار میں رقصاں 47
غموں کے نوحے مسرت میں راس آتے ہیں 47
تمہاری بزم میں آنے کی بات کرتا ہوں 48
بے جھجک آؤ اور آواز صلا تیز کرو 48
نشاطِ زیست سے دامن بچا بچا کے چلے 49
کس ادا سے حیات بڑھتی ہے 49
تکلف سے حجابوں کو بڑی ہی ٹھیس لگتی ہے 50
ہم اگر اشکبار ہوتے ہیں 50
جنوں عشق و محبت کے داغ جلتے ہیں 51
بقدرِ ذوق دلوں میں جھجھک بڑھا دوں گا 52
آزمانے کی بات کرتے ہو 52
آپ اپنے رقیب ہوتے ہیں 53
ٹھہر جا محتسب درد کے کلفام باقی ہے 53
کون سی آج ہم سے بھول ہوئی 53
تیری محفل میں جب بھی آئے ہیں 54
مستقل غم سے مجھ کو رم کیوں ہو 54
ہمیں بھی آج دیوانہ سرِ محفل بناتے ہیں 55
موجیں اچھل پڑی ہیں کناروں کے آس پاس 55
جھجک کے آنکھ ملاؤ بڑے اداس ہیں ہم 56
جو تیری نظر کی ادا جانتے ہیں 56
دل کو تڑپ کا تحفۂ نایاب دے گئے 57
دلا ترے شہر کی ہوا مانگے 57
کبھی تو میری وفاؤں کا اعتبار کرو 58
کس نے کھولا بندِ قبا 58
دلِ بیتاب تڑپنے کا بہانہ ڈھونڈے 59

درد وفا

فرار 60
ہزار امیدیں لئے آستاں پہ بیٹھے ہیں 60
میں سوچتا ہوں زمانہ کہے گا کیا یارو 61
سنگ پہ سنگ جو کھائے ہیں تو حیرانی ہے 61
بے اختیار دل جو بھر آیا ہے دوستو 62
اے بندۂ سیم و زر اے بردہ سلطانی 62
فضا کچھ ایسی یہاں سوگوار ٹھہری ہے 63
کیا عنایت یہ ہم پہ کم ہوگی 63
طور اپنے جفا پہ رکھتے ہیں 64
قبائے زیست اتاری بڑے سکون سے سوئے 64
بوالہوس کو منا کے رکھتے ہیں 65
ایک ہنگامے پہ ہنگامہ بپا تھا یارو 65
لب بند آنکھ بند کے آداب دے گئے 66

تلخ نوا

ظلِ نمرود کہ چنگیز نما ہو جیسے 67
یہ داستانِ عشق نہ کیسے کوئی پہچانے 67
قدم قدم پہ اندھیرا ہر آس ڈگمگاتی ہے 68
اف یہ چشمِ کرم مشیروں کی 68
ہمارے ملک میں وہ راہنما ہے زندہ باد 69
کون اپنائے گا اسلاف کے افسانے کو 69
غریب فاقے مریں گے تو روشنی ہوگی 70
عجب شان خدائی ہے عجب بن ٹھن کے نکلے ہیں 70
بجٹ صاحب سنا کر لن ترانی 71
دیوداسی کنواریوں کا ظہور 72

سرِ راہ

اہلِ وطن نے یاس کی آہیں بکھیر دیں 73
کشور کی ظلمت میں ضیاء کھیل رہی ہے 74
حرفِ آخر 75
خطاب بہ ملتِ بیضا 75
پیغام بہ دخترِ ملت 76
خطاب بہ اہلِ پاکستان 77
"تاثراتِ الم" 78

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مری انتہائے نگارش یہی ہے ترے نام سے ابتدا کر رہا ہوں

نیاز بحضور ناز

بنام شاہدِ نازک خیالاں،
عزیزِ خاطرِ آشفتہ حالاں

مرشدی و مولائی

غوثِ زماں، قلندر رسول نما
مجددِ سلسلۂ عالیہ سہروردیہ
حضرت ابوالفیض

سید قلندر علی سہروردیؒ

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمے بہ ما کنند

○

"سہرورد" کی نسبت ہے مرے نام کے ساتھ
مجھ سے گمنام، سیہ کار سے بدنام کے ساتھ

حلقہ بگوشی پہ نہ کیوں ناز کروں
کہ مرا نام تو آتا ہے ترے نام کے ساتھ

○

عرضِ ریاض

شاعری کے بھی کئی روپ ہیں گویا "بُت بزا شیوہ" ہے اور شاید یہ کہنا بھی غلط نہ ہوگا کہ اسی رنگا رنگی کے باعث مزاج زمانہ خواہ کتنا ہی بدلتا رہے شاعری کا ذوق کم نہیں ہوتا۔ شعر کہنے والے کم ہوتے ہیں نہ پڑھنے والے۔ وہی کیفیت کہ:

معشوق ما بہ شیوۂ ہر کس برابر است   با ما شراب خورد و با زاہد نماز کرد

معشوقانِ مجازی میں یہ انداز خدا جانے پایا جاتا ہے یا نہیں لیکن یہ بات سچ ہے کہ شعر میں یہ کیفیت ہمیشہ موجود رہی ہے۔ سو باتوں کی ایک بات یہ کہ ایک ہی شعر کے پڑھنے والے کہیں ایک طرف اس کے مجازی رنگ پر سر دھنتے ہیں تو دوسری طرف والوں کو اس شعر میں حقیقت کی جھلک نظر آنے لگتی ہے۔ امیر خسروؒ نے اپنے مرشدؒ کی آنکھوں میں شب بیداری کی وجہ سے سرخ ڈورے دیکھے تو کہہ اٹھے:

تو شبانہ می نمائی بہ برے کہ بودی امشب   کہ ہنوز چشم مست اثر خمار دارد

ایک دوسرے موقعہ پر دستار مبارک میں شان کجکلاہی دیکھی تو بہت دور کی کوڑی لائے:

ہر قوم راست راہے دینے و قبلہ گاہے   من قبلہ راست کردم آں سوئے کج کلاہے

مجاز کی محفل ہو تو بھی یہ شعر اپنا رنگ جماتے ہیں۔ صاحبانِ حال ہوں تو انہیں حقیقت کا عکس نظر آئے گا۔ دراصل یہ تہ داری شاعری کی مخصوص صفت ہے۔ مولانا رومؒ کے ہاں مثنوی میں بھی مضمون تو معرفت ہی کا ہے لیکن اسلوب "دیوان شمس تبریزؒ" سے بالکل جداگانہ ہے۔ مثالیں ڈھونڈنے لگیں تو بات بہت کھنچ جائے گی اور یہ صرف ہمارے ہاں کی دقیانوسی مشرقی روایت ہی نہیں مغرب میں بھی اس کا چلن ہے۔ ایمپسن EMPSON نے شعر میں سات طرح کی تہ داری یا ذو معنویت کا سراغ دیا ہے۔ ان کی ایک اور نقاد الیزبتھ ڈریو Elizbeth Dreu نے اپنی کتاب میں ایک پورا باب اس موضوع پر باندھا ہے کہ شاعری کے مختلف اسالیب ہوتے ہیں اور اپنے اپنے مقام پر ایک انداز دلربائی کے حامل۔ کبھی ایک روپ دل کو بھاتا ہے تو کبھی دوسرا۔ یہ باتیں "فروغ و فراغ" کا مطالعہ کرتے وقت از خود ذہن میں آتی چلی گئیں۔ فی زمانہ غزل ہو یا نظم شعر میں نت نئے اسالیب کے چرچے ہیں لیکن اس کے باوصف میرؔ، غالبؔ، اقبالؔ کی گرفت سے شعر کے رسیا آزاد نہیں ہو پائے۔ یورپ میں بھی جدیدیت کے باوصف ملٹن، شیکسپیئر، گوئٹے اب بھی بڑے شاعر مانے جاتے ہیں۔ ہمارے ہاں بھی تیسری اور چوتھی دہائی کے دوران جدید نظم کی تحریک وجود میں آئی۔ ابتدائی مخالفت کے چند دنوں کو چھوڑ کر غزل بھی بدستور سکہ رائج الوقت رہی حتیٰ کہ میرا جی

نے جو غزلیں اپنے آخری ایام میں کہیں انہیں بہت پسند کیا جاتا ہے۔ اسی طرح جدید دور میں معریٰ اور آزاد نظم کی مقبولیت کے باوجود اکبر الہ آبادی، اقبال اور ظفر علی خان کی شاعرانہ عظمت دلوں پر نقش ہے۔ قارئین کی حد تک یہ بات بہت سہل نظر آتی ہے لیکن تخلیقی سطح پر ایک عجیب مشکل پیدا کرتی ہے۔ اپنی طبیعت کے میلان اور گزشتہ دور کے اسالیب کی نزاکتوں کو سمجھنے کے باوجود اس دور کے شاعر کے لئے اس رنگ میں شعر کہنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ایک خاص وجہ اس کی یہ ہے کہ ہمارے بزرگ اس اسلوب کو اس مقام تک لے گئے جہاں اسے کلاسیکی درجہ حاصل ہو گیا۔ کلاسیکی کا لفظ میں ان معنوں میں استعمال کر رہا ہوں کہ کلاسیک شاعر کی ایک تعریف یوں بھی کی جاتی ہے کہ وہ ایک خاص اسلوب یا تکنیک کے تمام تر امکانات کو اپنے کلام میں سمو دیتا ہے اور بعد میں آنے والوں کے لئے نئے امکانات یا کسی اپج کے لئے گنجائش نہیں رہتی۔ متاخرین کی ہر کاوش پر متقدمین کی تقلید کا شائبہ ہوتا ہے تاہم تقلید یا تتبع فی نفسہ کوئی عیب کی بات بھی نہیں۔ خود غالب ایسے صاحب طرز اور جدت پسند نے اس اعتراف میں کوئی عار محسوس نہیں کی تھی۔

طرز بیدل میں ریختہ کہنا اسد اللہ خاں قیامت ہے

خاور سہروردی نے بھی بالخصوص ظفر علی خان کے اسلوب کو نبھانے کی کوشش کی ہے۔ اگرچہ اقبال کے اثرات بھی ان کے ہاں نظر آجاتے ہیں۔ انہوں نے حمد، نعت، منقبت، سیاسی سماجی ہر قسم کے موضوعات پر شعر کہے ہیں۔ اصناف سخن میں غزل اور قطعہ کو انہوں نے ترجیح دی ہے۔ قطعات میں دوسری اصناف کے مقابلے میں طنز و مزاح کا رنگ زیادہ نمایاں ہے وجہ اس کی شاید یہ ہے کہ طنز و مزاح کی کاٹ اختصار میں جو کام کر جاتی ہے وہ طوالت میں ممکن نہیں۔ طوالت میں کیفیت Diffuse ہو جاتی ہے یعنی قدرے ماند پڑ جاتی ہے۔ ''فروغ و فراغ'' میں بنیادی دینی اور اخلاقی قدروں کی پاسداری بالخصوص نمایاں ہے تاہم یہ صرف نقالی نہیں صرف علمی نکات کی منظوم تشکیل نہیں اس میں جذبے کی آنچ شامل ہے جو مضمون کو پامال نہیں ہونے دیتی۔ اس میں ایک طرح کا نیا پن پیدا کر دیتی ہے۔ ان کے دینی رجحان میں تو ''ہمہ از اوست'' کا رنگ ہے مگر کہیں ''ہمہ اوست'' کی جھلک بھی محسوس ہوتی ہے۔ تاہم وہ شریعت کی ظاہری پابندی کو لازم و ملزوم قرار دیتے ہیں جیسے:

طریقت میں شریعت کی جو پابندی نہیں کرتا اسے تو نامکمل بالیقیں کہنا ہی پڑتا ہے
شریعت اور طریقت لازم و ملزوم ہیں دونوں انہیں علم الیقیں، حق الیقیں کہنا ہی پڑتا ہے

نعت میں ان کے ہاں ایک تو روانی دیکھنے کی چیز ہے دوسرے ان کی عقیدت کا جوش حتیٰ کہ

مجاز میں بھی حقیقت کا رنگ نکھرتا ہے:

ان مدھ بھرے نینوں میں رضا کھیل رہی ہے   منشائے الٰہی کی ادا کھیل رہی ہے
رخ صبح منور ہے تو واللیل ہیں زلفیں   یوں رات کے دامن میں ضیاء کھیل رہی ہے
ہے زلف سیہ باعث تسکین غم دل   کیا دوش پہ رحمت کی گھٹا کھیل رہی ہے
آہستہ قدم ریت پہ رکھ زائر ناداں   یاں نقش کف پا سے صبا کھیل رہی ہے

ان شعروں میں ایک ایک لفظ ایسا آیا ہے جس نے شعر کی فضا کو بدل دیا ہے۔ مجاز میں حقیقت کی شان جھلکنے لگتی ہے۔ مثلاً "رضا" واللیل" رحمت" زائر لیکن جہاں انہوں نے اس تہ داری سے کام نہیں لیا وہاں بھی کیفیت ویسی ہی دلپذیر ہے۔

ہر سوچ تیری یاد میں ایمان بن گئی   یعنی کہ تیری ذات کا عرفان بن گئی
نکلی زباں سے بات تو وہ ہو گئی حدیث   کیفیت الہام میں قرآن بن گئی
ہر ہر ادا پسند کیا آئی کہ دیکھئے   فرض و سنن اور دین کے ارکان بن گئی
نظام ہست جس کی جنبش ابرو پہ رقصاں ہے   اسے منشائے رب العالمیں کہنا ہی پڑتا ہے

خاور سہروردی غزل میں بھی اس اسلوب کو خوب نبھاتے ہیں۔ یعنی کجامی نمائی کجامی زنی:

تمہاری بزم میں آنے کی بات کرتا ہوں   برا نہ مانو ٹھکانے کی بات کرتا ہوں

"ٹھکانا" ذو معنی ہے' یعنی صحیح بات اور دوسرے ایک گہرا مفہوم کہ تمہاری بزم ہی تو اصل میں میرا ٹھکانا ہے۔

خلاف خاطر نازک بھلا مجال مری   حضور میں تو زمانے کی بات کرتا ہوں
غریب شہر ہوں خاور وطن کی گلیوں میں   کہ ہوں دوانہ' ٹھکانے کی بات کرتا ہوں(۱)

یہ تہ دار اسلوب اس غزل میں خوب ابھرا ہے۔ چھوٹی بحر میں مضمون کو ایک ڈھنڈول میں سمیٹ لیا ہے:

آزمانے کی بات کرتے ہو   یا ستانے کی بات کرتے ہو
حال دل پوچھتے ہو ہنس ہنس کر   کیوں رلانے کی بات کرتے ہو
جانے کیوں لگ رہا ہے یوں جیسے   روٹھ جانے کی بات کرتے ہو
کون آیا تھا' کس کے پاس آیا   کس کے آنے کی بات کرتے ہو؟
وہ زمانہ گزر گیا خاور   جس زمانے کی بات کرتے ہو

---

(۱) با تو دیدگر ایں جا ٹھندانے   غریب شہر سخن ہائے گفتنی دارد (غالب)

ان شعروں میں جو مکالمے کا انداز ہے اس نے دو طرفہ تہ داری سے رمز کو اور بھی گھمبیر کردیا ہے۔ یہ اسلوب حکیم مومن خان سے خاص تھا۔ اس رنگ میں یہ غزل بھی خوب ہے:۔

ذرا سی کوشش امکاں کہ اختیار میں تھی　　قضا و قدر میں بے اختبار ٹھہری ہے
خزاں نصیب ہیں یارو ہمیں خبر کیا ہے　　کہاں سے گذری کہاں پر بہار ٹھہری ہے(۱)

نعت اور غزل میں آپ نے خاور کا اسلوب ملاحظہ فرمایا لیکن وہ قطعات میں ایک نئے انداز میں جلوہ گر ہوتے ہیں۔ قطعوں میں انہوں نے بیشتر حالات حاضرہ کو موضوع بنایا ہے تاہم یہاں بھی ایک حصہ حمد و نعت اور منقبت کے لئے وقف ہے۔ ایک دوسرے حصے میں کچھ عشق و حسن اور خرابات کی واردات ہیں کوئے خرابات میں خاور کا گذر عملی طور پر تو ممکن نہیں لیکن سرمستی کی کیفیات کو وہ یوں بیان کرتے ہیں گویا "حدیث دیگراں" کو حقیقی واردات بنا دیا ہے۔ کچھ کیف و سرور کے لمحوں کی داستان آپ بھی سنئے:۔

عشق محو جمال ہو جائے　　بے نیاز مآل ہو جائے
آیئے میکدے کو چلتے ہیں　　کچھ طبیعت بحال ہو جائے

رند دشنام کا مزا لینے　　واعظوں کے حضور جاتے ہیں
منہ کا پھر ذائقہ بدلنے کو　　میکدے ہی کو لوٹ آتے ہیں

یہاں بھی کبھی کبھی طنز کا وار کر جاتے ہیں جو بہت مزا دیتا ہے۔

بعض مہمان ایسے ہوتے ہیں　　ہوٹلوں میں بلانے پڑتے ہیں
کچھ مسائل بھی ایسے ہوتے ہیں　　بوتلوں میں چھپانے پڑتے ہیں

معافی چاہتا ہوں میکدے میں　　جو حاضر ہو سکا اب تک نہ ساقی
علالت ہو گئی ہے دور لیکن　　تہی دستی کی کمزوری ہے باقی(۲)

---

(۱) چلی بھی جا جرس غنچہ کی صدا پر نسیم　　کہیں تو قافلہ نو بہار ٹھہریگا (مصحفی)
(۲) مولانا ظفر علی خان کا بے مثل شعر ہے:۔
سلیقہ میکشی کا ہو تو کرلیتی ہے محفل میں　　نگاہ لطف ساقی مفلسی کا اعتبار اب بھی

محتسب کو بڑی مسرت ہے ہے جو بندش شراب پینے کی
ڈاکٹروں کی سند کی برکت سے ڈھونڈ لیتا ہوں راہ جینے کی

سنبھل کر بزم میں بیٹھو کہ رندو عبث ہے یاں پہ زعم پارسائی
چھلکتا ہے جو جام چشم میگوں سمجھتا ہوں کہ باری میری آئی

جہاں تک ماحول، سیاست یا حالات حاضرہ کا تعلق ہے خاور نے چھوٹے چھوٹے جملوں میں بہت تیکھے اشارے کئے ہیں۔ ان میں مزاح کی شگفتگی بھی ہے اور طنز کی کاٹ بھی:

قرآن ہو، اسلام ہو، ملت ہو، وطن ہو ان سب کی حفاظت میرے مولا تیرے ذمے
لیڈر ہوں سروکار نہیں دین و وطن سے کرسی کی حفاظت میرے مولا میرے ذمے

خدمت قوم مفت کرتے ہیں قوم پر مطلقاً نہیں ہیں بار
شامل حال ''فضل ربی'' ہے صد ستائش یہ جذبہ ایثار

سیاسی معاملات میں خاور کی رگ ظرافت خوب پھڑکتی ہے اور طنز بھی خاصی کٹیلی ہوتی ہے۔ یہاں وہ اکبر الہ آبادی کی طرح کہیں انگریزی کے الفاظ کے استعمال سے بھی رنگ پیدا کرتے ہیں۔ ایک جگہ پنجابی کی مار خوب ماری ہے:

وچ اسمبلی ''قنون'' بننا ایں سوہنی سرکار دا ''کمیتی'' آں
میں کو ہتھ مار کے اُنھا ڈیویں کنڈھ کے ہتھ میں وی چا کھڑا کرساں

''چوڑویں بیلیوں'' کی ٹولی ہے ''ماہی بازار'' دکھری بولی ہے
''با ادب با ملاحظہ ہوشیار'' آج ''چن ماہیوں'' کی ہولی ہے

مچھلی بازار (منڈی) محاورہ ہے لیکن چن ماہی کی رعایت سے ماہی بازار زیادہ موزوں سمجھا گیا ہے۔

اسی طرح ''قادیانیت'' کا موضوع بھی ان کے ہاں گزشتہ دور کی یاد تازہ کرتا ہے:

سکھا کر فلسفے سے فن تاویل عطا کرتے ہیں نقد ''ناشناسی''
خدایان فرنگی زور و زر سے نبی مبعوث کرتے ہیں سیاسی

''سوشلزم'' اور ''سرخ سویرا'' پر بھی پھبتی کسنے میں انہیں خاص مزا آتا ہے جس میں اپنے قارئین کو بھی شامل کر لیتے ہیں:

شفق بھی ہے سرخ لالہ و گل بھی سرخ میں ساون کا اندھا ہرا دیکھتا ہوں
ہر اک شاخ سبز اور تازہ پہ سرخے گلابوں سے گلشن بھرا دیکھتا ہوں

موئے مُسلے سے ماس کو چھُو کر جو بھرشٹ ہوگیا ہے میرا دھرم
BAR میں HAM کھا کے "برگر" میں سوشلسٹ ہوگیا ہے میرا دھرم

جناب شیخ کی اس بات پر تُو غور کر ناداں اگرچہ بات ہے جنرل مگر دراصل جنرک ہے
کہ غوغا دین و مذہب کا ہے استحصال کا باعث یہی ہر حال میں سوشل ازم کا مدعا اک ہے

"پیغام نو" اور "سرخ سویرا" نسبتاً طویل نظمیں بھی قابل دید ہیں۔

HIPPY

"ہپی اِزم" ہے باعثِ تسکینِ قلب و روح افیون و مے میں معرفت کا جام ڈھونڈیئے

بھان متی نے کنبہ جوڑا باپو ہوگئے بولو رام ماموں روسی، آنٹی ہندی اور ہے انکل سام
اپنے دیس میں سرخاراج، سرخ سویرا، سرخ ہی شام

اس دور میں "فروغ و فراغ" کا ذائقہ نیا نہ سہی کچھ مختلف ضرور ہے اور بقدر لب و دنداں حظ اٹھایئے۔ یہ بھی یاد رہے کہ:۔

باز خواں ایں قصۂ پارینہ را تازہ خواہی داشتن گر داغ ہائے سینہ را

ریاض احمد لاہور ۵ دسمبر ۱۹۹۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حال دل وارفتہ

مسلماں آں فقیرے کج کلا ہے — رمید از سینۂ اُو سوزِ آہے
دلش نالد' چرا نالد؟ نداند — نگاہے یا رسول اللہ نگاہے!

برصغیر میں ہمارے اسلامی معاشرے کے روز بروز روبہ تنزل ہونے پر مولانا الطاف حسین حالی نے سبب تالیف "مسدس حالی" میں اپنی دردمندی کا اظہار یوں فرمایا۔

پستی کا کوئی حد سے گزرنا دیکھے — اسلام کا ہرگز نہ ابھرنا دیکھے
مانے نہ کوئی کہ مد ہے ہر جزر کے بعد — دریا کا ہمارے جو اترنا دیکھے

اس خوابیدہ ملت کو جگانے میں برصغیر کے اکابرین امت' پاسبانانِ ملت' حکماء و دانشوران اور دردمندان قوم نے گزشتہ سو سالوں میں جو پرخلوص اور انتھک جدوجہد کی' متاع کارواں کے زیاں پر ان کی بے حسی پر انہیں غیرت کا احساس دلایا' اسے خواب غفلت سے جگا کر عمل پیہم کے لئے منظم کیا۔ اس کی شیرازہ بندی کرکے اس باطل نظریے کی نفی کردی کہ قومیں اوطان سے نہیں بنتیں بلکہ ثابت کر دکھایا کہ ملت اسلامیہ ایک علیحدہ اکائی ہے اور اس کے برعکس دوسری "اَلْکُفْرُ مِلَّۃٌ وَّاحِدَہ" ہے۔ بقول حکیم الامت علامہ اقبالؒ :-

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی

الحمد للہ کہ رب العزت نے اپنے فضل و کرم سے برصغیر کے مسلمانوں کو علیحدہ خطہ زمین بشکل "پاکستان" انعام فرما دیا تاکہ وہ اس مملکت خداداد میں نظام مصطفیٰ نافذ العمل کرکے خالص اسلامی اصولوں پر زندگی بسر کریں' حضور علیہ السلام کے اسوۂ حسنہ پر کاربند امت مسلمہ بن جائیں' اپنے حسن عمل اور سیرت و کردار کا ایسا نادر نمونہ پیش کریں جو دیگر اقوام عالم کے لئے مشعل راہ ہو اور محض دنیاوی فوائد میں الجھی ہوئی زبردستوں کے مظالم سے نڈھال مخلوق بھی اس قادر مطلق کے بنائے ہوئے قوانین کے تحت عمل پیرا ہو کر انفرادی و

اجتماعی فلاح دارین سے ہمکنار ہو جائے مگر صد حیف کہ ہم اپنا وہ وعدہ' وہ نصب العین قیام نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف ہر آنے والے کل پر پس پشت ڈالتے رہے بلکہ اسی فرسودہ مغربی مادی نظام اور جاگیردارانہ جابرانہ ذہنیت پر مبنی سسٹم کے (جس سے ہم نے بصد تگ و دو کئی سو سالوں کی جدوجہد کے بعد اور متحد ہو کر چھٹکارا حاصل کیا تھا) پھر غلام بے دام بن کر اپنی اصل شناخت دھندلا بیٹھے۔

اسلام دین فطرت' مکمل ضابطہء حیات اور کامل نظام زیست ہے جس کی اساس توحید' رسالت اور آخرت تین اہم عقائد پر ہے۔ اسلام کی روح یہ ہے کہ ہر انسان اسلام کے ذریعے صحیح تعلق الہٰی پیدا کرے' دنیا میں خوشگوار' مستعد' متحرک اور فعال زندگی گزارے اور اسے با معنی و با مقصد بنانے کے لئے ایک ہمہ جہت صالح کردار کی تعمیر کرے تاکہ یہ جہان آب و گل انفرادی و اجتماعی طور پر دینی اور دنیاوی امور و ضروریات کا پر سکون اور خوشگوار گہوارہ بن جائے۔ دنیا بھی سنور جائے اور آخرت بھی!

اگر روح کو تقویت پہنچانا ہے تو امر کی پابندی ضروری ہے اور مناہیات سے بچنا لازم۔ اتباع امر ہی روح کی غذا ہے۔ مسلمان پیدا ہی اس لئے کیا گیا ہے کہ وہ دوسروں کو اپنے علم سے' عمل سے' اسوۂ حسنہ کا نمونہ بن کر بدل دے' اجر سے نظر اٹھا لے' فضل کا طالب رہے' اللہ کا اس سے نصرت اور عزت کا وعدہ ہے۔ وہ نیکی کی تلقین کرے اور برائی سے منع کرے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ **کنتم خیر امتہ اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر وتومنون باللہ**۔ اسی طرح ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے:۔

ان اللہ یامرکم بالعدل والاحسان وایتای ذالقربی و ینھی عن الفحشاء والمنکر والبغی۔ یعظکم لعلکم تذکرون۔ (۱۶: ۹۰)

اسلام میں طاقت کا سرچشمہ عوام کالانعام کے چند سروں کی گنتی کی نام نہاد اکثریت اور بزعم خویش حاکمیت نہیں بلکہ **الحکم للہ الملک للہ** کا اٹل خدائی قانون ہر آن جاری و ساری ہے جس کے تحت احکام خداوندی اور شریعت مطہرہ کی کلی متابعت میں ہی حیات جاوید اور نظام سروری کا راز پنہاں ہے۔ شارع اسلام کے نظام کے خلاف عمل "ترقی پسندی" نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو اپنانا اور انکے فرمودہ صراط

مستقیم پر گامزن ہو کر زندگی گزارنا ہی حقیقت پسندی اور معراج انسانیت ہے۔ لہٰذا ہر انسان کا فرض ہے کہ وہ ہر لحہ اپنا احتساب کرتا رہے۔ زندہ قوموں کی ترقی کا راز اپنے اعمال کے احتساب میں ہی ہوتا ہے۔ حکیم الامت علامہ اقبالؒ نے کیا خوب فرمایا ہے:

صورتِ شمشیر ہے دستِ قضا میں وہ قوم
کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب

افسوس کہ وہ امت وسطیٰ' وہ خیر الامم جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی برکت سے کل تک جہاں بان و جہانگیر تھی آج پھر اپنی بیگانگی ء دیں' ذاتی مفاد پرستی اور مذہبی تفرقہ بازی کی وجہ سے ذلت و مسکنت سے ہمکنار ہے۔ کاش ہم اپنے مرض کی صحیح تشخیص اپنے اعمال کا مکمل محاسبہ اور فرقہ بندیوں کی لعنت سے بچکر اپنے کردار کا تفصیلی تجزیہ اور اس کا صحیح تدارک کریں ورنہ اس قعرِ مذلت سے نکلنا تو در کنار:۔

ع ہماری داستاں بھی نہ ہوگی داستانوں میں

ارشاد ربانی ہے: ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیر وما بانفسہم یعنی:

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

مزید براں وَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللہِ تَبدِیلًا (یعنی تم اللہ تعالیٰ کے قانون و عادت کو کبھی بھی بدلتا نہ پاؤ گے) آج بھی زندہ و پائندہ ہے اور ہر لحہ اور ہر لحظہ دعوت فکر و عمل دے رہا ہے۔

بحوالہ فیوض القرآن "جو لوگ اس (رب العزت) کے تصور حضوری کے ساتھ عمل خیر کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت یعنی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب سے نوازے جاتے ہیں۔ جسم و تن پر جب رحمت الٰہی کا پرتو پڑتا ہے تو روح میں بالیدگی اور قلب میں انوار و تجلیات پیدا ہوتے ہیں۔ حسن عمل سے سیرت بنتی ہے اور مردہ قلوب زندہ ہو جاتے ہیں۔ جو مرکز تجلی سے ہٹ گئے انہیں نظر ہی کیا آئے گا۔ جب دنیا میں رہ کر مرکز توجہ اللہ ہو' تو اللہ ملے۔ جب دنیا سے دنیا ہی مطلوب ہو تو ایسوں کو کیا ملے گا۔"

اس فقیرِ حقیر نے اپنے معاشرے کے مختلف پہلوؤں کی زبوں حالی اور ملی بے حسی کو جس حال' جس رنگ اور جس زاویے سے گزشتہ پچیس یا تیس سالوں کے دوران مشاہدہ کیا'

دل ناتواں نے جو تاثرات اخذ کئے ان احساسات کی اسی وردد کی میں نے منظوم صورت اختیار کرلی جو کتاب ہذا کے حصہ اول "فروغ و فراغ" میں زیر عنوانات "درد وفا" اور "تلخ نوا" کے تحت اور کتاب کے دوسرے حصے "خاور پارے" میں بصورت رباعیات زیر باب یا عنوانات "معاشرتِ نو" "بیگانگیء دیں" "جام و مینا" "رہبرانِ کرام" "سیاستِ ملکی" وغیرہ میں طنزو مزاح کے رنگ میں پیش خدمت ہے:-

اگرچہ بُت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکمِ اذاں لا الہٰ الا اللہ

کامیابی و کامرانی کا راز ساحر افرنگ کی کورانہ تقلید اور منکرین خدا کے ملحدانہ بے دین نظام میں نہیں بلکہ حبیب پاک تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مخلصانہ متابعت اور غلامی میں پوشیدہ ہے۔ بقول علامہ اقبالؒ:

مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی ست

دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں نیاگان کہن کی ڈگر پر چلنے کی توفیق رفیق بخشے تاکہ ہم اپنی گمشدہ میراث' مقام عبدیت اور خلافت الٰہی کا صحیح مقام حاصل کرکے فائز المرام ہوسکیں۔

اثر کرے نہ کرے سن تو لے مری فریاد
نہیں ہے داد کا طالب یہ بندۂ آزاد

۲۶ ربیع الثانی ۱۴۱۸ ہجری
مطابق اتوار ۳۱ اگست ۱۹۹۷ عیسوی

خاور سہروردی
۶۱ یثرب کالونی ملتان روڈ لاہور

تعارف مصنف

—:۱:—

دل شگفتہ، نگاہ آوارہ
عشق حسن فریب دیتا ہے
یہ تعارف بہ لفظِ "سودائی"
ایک خاور کو زیب دیتا ہے

—:۲:—

حسن والوں پہ مرنے والوں کو
لوگ "عاشق مزاج" کہتے ہیں
عشق حدِ جنوں سے بڑھ جائے
لوگ "خاور مزاج" کہتے ہیں

—:۳:—

ذکر خاور کا چھیڑ بیٹھے ہو
چھوڑیئے! آدمی ہے دیوانہ
وجہِ شہرت؟ "مقامِ رسوائی"
خود فراموش سب سے بے گانہ

—:۴:—

ہو کوئی مشہور یا گمنام سا
کوئی اچھا یا بُرا ہو نام کا
آپ مانیں یا نہ مانیں میری بات
آدمی خاور ہے یارو! کام کا

—:۵:—

خاکِ پا ہوں نبی کے یاروں کی
بیعت سلسلہ بھی ہے حاصل
سربکف ہوں بہ حُرمتِ پنج تن
خدمتِ اہلِ بیت کا حامل

—:۶:—

یہ مانا صاحبِ ثروت نہیں میں
ز اہلِ دولت و حشمت نہیں میں
گنہگار و تہی دامن ہوں لیکن
کرم تیرا کہ بے نسبت نہیں میں

عرضِ مصنف

—:۱:—

نفس جبریل کا شامل ہے اِس میں
مثالِ صورِ اِسرافیل اثر ہے
نظر بھی، سوز بھی، علم و خبر بھی
کہ میری شاعری خونِ جگر ہے

—:۲:—

وفا و عشق و محبت کے پھول لایا ہوں
مرے حضور عقیدت کے پھول لایا ہوں
ز راہِ لطف و نوازش قبول کرلیجے
کہ عاشقوں کی طریقت کے پھول لایا ہوں

—:۳:—

گرچہ میرا کلام مہمل ہے
پر توجہ ضرور چاہوں گا
اور اگر مجھ کو داد مل جائے
اپنے شعروں پہ جھوم جاؤں گا

ویلے ویلے دی گل

نقشِ اول

اُسی کی ہستیء برحق کو مان کر آئے
اُسی کی مِلک ہیں یارو اُسی کے زیرِ نگیں
اے اختیارِ ارادہ پہ بھولنے والو!
ہر ایک امر پہ غالب، اُسی کی ذاتِ مبیں(۱)

نقشِ ثانی

نورِ ایماں سے منور ہے مرا قلبِ سلیم
یہ سعادت تو ہے اللہ کے انعام کے ساتھ
کل جو پہناتے رہے "شرک" کے فتووں کا کفن
آج دفنائیں گے خاور کو وہ "اِحرام" کے ساتھ

نقشِ ثالث

زندگی ایک امانت تھی کہ دے آیا ہوں
چار و ناچار یہ تہوار بھی کھے آیا ہوں
دل پہ جو نقش ترے عشق میں کھو کر ابھرے
آج وہ نقش درِ یار پہ لے آیا ہوں

نقشِ لحد

گلوں کو غیر سے لینے کے ہم نہیں قائل
کہ قبر پوشِ فقیراں ہے سبزۂ خود رو
مری لحد پہ عزیزو! جو آ ہی پہنچے ہو
کلامِ پاک، درود اور فاتحہ کہہ لو

---

(۱) تلمیح بآیتِ قرآنی۔ وَاللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰٓی اَمْرِہٖ

سوز عطا

—:۱:—

خدا آگاہ و خود آگہ نہیں ہے　　پرستارِ نفس ہے بدگماں ہے
فرشتے چہ میگوئی کر رہے ہیں　　وہ مسجودِ ملائک اب کہاں ہے؟

—:۲:—

لذت عشق

جنونِ عشق کی لذّت عجیب ہے ہمدم!

خود آرزو کو اجابت نصیب ہوتی ہے
غمِ حبیب کی راحت نصیب ہوتی ہے
مئے حیات کی تلخی، نبات و کیف آگیں
نظر نواز ادائیں نگاہ جام فگن
قدم قدم پہ قیامت، خمار توبہ شکن
پھر اختلافِ نظر کا طلسم ٹوٹا ہے
تمیزِ رنگ نہیں، فرقِ آہ و چنگ نہیں
نہ ہے خزاں کی تمنا، نہ آرزوئے بہار
شعورِ نشوونما ہے، نہ خوف پت جھڑ کا
نہ اضطرابِ مسلسل، نہ ہے قرارِ لطیف
غمِ جہاں بھی نہیں، فکرِ این و آں بھی نہیں
جزا، سزا کی، نہ پروائے دوزخ و جنت
نہ فکرِ سود و زیاں ہے، نہ بیش و کمی

فقل قلوب المومنین عرش اللہ
حیاتِ تیرہ کی ظلمت ہے آج چھٹنے کو
حیاتِ تیرہ کی ظلمت کو آج چھٹنے دو
تھمی ہے گردشِ دوراں رکی ہے نبضِ حیات
پلٹ گیا ہے یہ آخر کا دور' اول کو
وہ محویت! نہ طلب ہے نہ طالب و مطلوب
نہ درمیان رہے ذکر و ذاکر و مذکور
دمِ وصال مٹے ہیں حجاب دوئی کے
فنا بقا ہی کی گویا طبیب بنتی ہے
"فاینما تولو فثم وجہ اللہ"
عجب مقام ہیں راہِ سلوک میں خاور
خود آرزو کو اجابت نصیب ہوتی ہے
غمِ حبیب کی راحت نصیب ہوتی ہے
جنونِ عشق کی لذت عجیب ہے ہمدم!

—:۳:—

تیرے دیدار کی نعمت سے سنور جاؤں گا   گر حجابوں میں رہو گے تو کدھر جاؤں گا؟
جس جگہ پر بھی ملو گے وہی جنت میری   اسی منزل پہ قیام اپنا میں کر جاؤں گا
زیست آسان نہیں دارِ محن میں لیکن   مشکلوں پر پڑی مشکل تو سنور جاؤں گا
حدِ ادراک سے آگے ہے جو منزل ٹھہری   ہر کٹھن راہ سے بے باک گزر جاؤں گا
میرا ہونا ہے حقیقت میں نہ ہونے کی دلیل   ہوں وہ موہوم' فضاؤں میں ابھر جاؤں گا
سرِ اخفیٰ بھی ہوں شاہکار و منِ امرِ ربی   کون کہتا ہے کہ میں مر کے بھی مر جاؤں گا
جوئے پایاب کے قطرے کی حیثیت خاور
موج کے ساتھ سمندر میں اتر جاؤں گا

—۴—

ہم تزکیۂ قلب و نظر کرتے رہیں گے
دنیائے نفس زیر و زبر کرتے رہیں گے

تجرید میں تفرید میں اور فقر و غنا میں
در راہِ طلب خاک بہ سر کرتے رہیں گے

اخلاص سے ایثار سے اور صدق و صفا سے
خم مرضیٔ دلدار پہ سر کرتے رہیں گے

ہے لذّتِ عشق عجب شے کہ سروں کو
قربان سرِ راہ گذر کرتے رہیں گے

ممکن ہے کبھی جوش میں آ جائے کریمی
یوں عرض جو بادیدۂ تر کرتے رہیں گے

پروا نہیں بربادیٔ دل کی کہ خوشی سے
ہم وقفِ غمِ یار جگر کرتے رہیں گے

شاید کہ یقیں آئے انہیں عشق و وفا کا
در رنج و بلا سینہ سپر کرتے رہیں گے

پائیں گے جبھی گوہرِ مقصود کہ ہر دم
راضی برضا قلب و نظر کرتے رہیں گے

ہے دردِ محبت کا یہی ایک مداوا
وہ پرسشِ احوال اگر کرتے رہیں گے

ہے پاس شریعت کا طریقت میں ضروری
ہر حال دریں رنگ گزر کرتے رہیں گے

جب تک کہ نہ ہوں فضل سے محفوظ من اللہ
لغزش بہ تقاضائے بشر کرتے رہیں گے

اعجازِ نبوت ہے کرامت کا جہاں میں
اظہار سدا اہلِ خبر کرتے رہیں گے

اسرار فقیری کے فقط اُن پہ کھلیں گے
جو خدمتِ اربابِ نظر کرتے رہیں گے

جب خضرِ طریقت ہیں ابو الفیض قلندرؒ
بے خوف و خطر ہم یہ سفر کرتے رہیں گے

احوال و مقامات سے ہرگام پہ خاور
از خوفِ ریا صرفِ نظر کرتے رہیں گے

—:۵:—

ہستیٔ بے ثبات تو اپنی خودی مٹا کے دیکھ
خود کو ذرا گنوا کے دیکھ اس میں ذرا سما کے دیکھ

ہے یہ حجاب مستقل خود بھی جو درمیاں رہے
اس کو بچشمِ باطنی پردے سبھی ہٹا کے دیکھ

مجھ کو اے رحمتِ تمام! تیرے کرم پہ ناز ہے
حسنِ عطا کا واسطہ حال گدا بلا کے دیکھ

چھوڑ کے خواہشیں تمام رہ یہ آرزو گئی
تجھ سے ہوں مانگتا تجھے سامنے میرے آ کے دیکھ

تیری تجلیات کا نور ہے کائنات میں
میری طرف بھی ایک بار پردۂ رخ اٹھا کے دیکھ

میری مراد تیری ذات تیری رضا مرا حصول
عجز و نیاز اور خلوص سائل بے نوا کے دیکھ

میرا علاج تشنگی' تیری نگاہ مست ہے — نین سے بس پلائے جا' رند یہ آزما کے دیکھ
تھام کے دستِ ناصبور میں ہوں شریک کارواں — رہروِ خستہ جاں کا حال' دستِ کرم بڑھا کے دیکھ
میرے تو ذوق و شوق میں آئی نہیں کوئی کمی — آنکھ ذرا چرا کے دیکھ' آنکھ ذرا ملا کے دیکھ

خاور یہ پرتوِ جمالِ حسنِ ازل کا فیض ہے
عہدِ الست یاد رکھ ذات کو سر جھکا کے دیکھ

—:۶:—

تیرے ملن کی آس لگائے' ایک زمانہ بیت گیا
من کی بتیاں من میں چھپائے' ایک زمانہ بیت گیا

لاکھوں لوبھ کے بندھن بھی' سود و زیاں کی الجھن بھی
بچتے بچتے عمر بتائے' ایک زمانہ بیت گیا

دھرتی جگ مگائے ہے' حرص و ہوا برمائے ہے
بیچ بھنور کے ناؤ پھنسائے' ایک زمانہ بیت گیا

راہ کٹھن اور گھپ اندھیرا گھات میں خطرہ ویری کا
ڈرتے ڈرتے پاؤں بڑھائے' ایک زمانہ بیت گیا

میرے تن میں روح سجائے میرے من میں آپ سمائے
تجھ کو اپنا آپ چھپائے' ایک زمانہ بیت گیا

یاد کی خوشبو من مہکائے' چاند سا مکھڑا سامنے آئے
پیت لگن کا دیپ جلائے' ایک زمانہ بیت گیا

گھونگھٹ پٹ اب کھل ہی جائے' مجھ کو بھی کچھ چین تو آئے
برہا کی یہ آگ بجھائے' ایک زمانہ بیت گیا

آنکھ لگی پردیس سدھارے' جیون ایک فسانہ تھا
خاور سوئے بھاگ جگائے' ایک زمانہ بیت گیا

—:۷:—

تسکینِ دل کے حال نمایاں ہوئے تو ہیں
راہِ وفا میں بے سر و ساماں ہوئے تو ہیں

ہم مبتلائے گردشِ دوراں ہوئے تو کیا
حسنِ طلب کے مرحلے آساں ہوئے تو ہیں

سوز و سرور و ساز کے غنچے چٹک اٹھے
پامال پا سے خارِ مغیلاں ہوئے تو ہیں

اب دیکھئے کہ غیب سے ہوتا ہے کیا ظہور
دشتِ جنوں میں چاک گریباں ہوئے تو ہیں

ہر سانس تیری یادؔ اور فکر تیرا نور
یادوں کے یہ چراغ فروزاں ہوئے تو ہیں

ملنا ترا محال ہے لَیْسَ کَمِثْلِہٖ
لیکن ازل میں وعدہ و پیماں ہوئے تو ہیں

ہر ضربِ **لا الہ** کا حاصل ہے **اِلّا ھُو**
اپنی نفی سے عارفِ جاناں ہوئے تو ہیں

ہے عجز و انکسار سے ہی شانِ عبدیت
ہم بندگی سے قوّتِ یزداں ہوئے تو ہیں

مخلوق پہ ہیں کیا یہ عنایاتِ کبریا
وہ وجہء آفرینشِ دوراں ہوئے تو ہیں

صحنِ چمن میں شورِ قیامت ہے ہر طرف
خاور بھی آج پھر سے غزل خواں ہوئے تو ہیں

—:۸:—

رحمت بہانہ جو تھی گدا مانگتے رہے
اُن سے ہی مانگنا تھا سدا مانگتے رہے

ایاک نستعین کی تابع تھی ہر جہد
گویا طلب کی حسنِ ادا مانگتے رہے

اللہ رے وہ **ظلوم جہولا** کے مستِ مے
ناکردہ لغزشوں کی سزا مانگتے رہے

اک وُہ کہ روحِ یار کا پیماں نبھا گئے
اِک یہ کہ زیبِ تن کی دوا مانگتے رہے

اک ہم کہ اپنی جان ہی ہر شے سے بس عزیز
اک وہ کہ راہِ حق میں قضا مانگتے رہے

اکثر تو حرصِ دولتِ دنیا پہ مر مٹے
معدودے چندؔ تیری لقا مانگتے رہے

ایسے بھی کچھ وصال کے لمحے ہوئے نصیب
قربِ مُدام ہی کی دعا مانگتے رہے

جس آشنائے ذات نے حق کا پتا دیا
اُس آشنا سے اُس کا خدا مانگتے رہے

خاورؔ نہ ہم سے عشق کی وارفتگی کا پوچھ
ہم اُن سے صرف اُن کی رضا مانگتے رہے

—۹—

جب نورِ تجلّی کا اظہار ہوا معلوم
دیدار کے طالب کا اِصرار ہوا معلوم

کیا حسنِ مشیّت ہے' کیا حسنِ تماشا ہے
اِنکار کی عظمت میں' اِقرار ہوا معلوم

اک دید حجابوں میں' اک دید ہے بے پردہ
دلدار کی مرضی ہے دیدار ہوا معلوم

یہ حسن کی مرضی تھی ہر حال عیاں ہونا
تخلیق کی صورت میں' اظہار ہوا معلوم

ہر شے کی حقیقت میں اُس نور کا جلوہ ہے
یہ دیدۂ باطن سے اک بار ہوا معلوم

جس دم تھا رگ و پے کا ہر ریشہ تماشا مست
اُس عالمِ حیرت میں وہ یار ہوا معلوم

ہر حال میں دل خاور' با یار رہے با کار
سازِ دلِ غافل تو بے تار ہوا معلوم

—۱۰—

کاش ہم بھی کبھی اس بزم کے شایاں ہوتے
کچھ نہ ہوتے تو وہیں خاک بداماں ہوتے

ہم کو احسانِ مشیّت سے سعادت ہے ملی
ورنہ معدوم تو تھے بے دل و بے جاں ہوتے

بے تگ و دو تھی میسر وہاں قربت ہم کو
پھر بھٹک جانے پہ کیوں کر نہ پریشاں ہوتے

یہ تو اُس ذات کی آواز کی قدرت ہے کلیم!
ہر بن و مُو سے سماعت کے ہیں ساماں ہوتے

قابلِ بزم یہ مانا کہ نہیں تھے' لیکن
اک جھلک سے ہی وہاں دیدۂ حیراں ہوتے

وصل اور دید وہ نعمت ہے جو حاصل ہوتی
کوئی حسرت ہی نہ رہتی اور نہ ارماں ہوتے

ہم اگر خلد سے باہر نہ نکلتے خاور
جنّتِ ارض کی رونق کے نہ ساماں ہوتے

حمد و دعا

—:۱:—

ساری یہ جلوہ سازی یا حی یا قیوم — تیری کرشمہ سازی یا حی یا قیوم

ارض و سما کی ہر شے کون و مکاں کی ہر شے — اک حرفِ کُن کی بازی یا حی یا قیوم

تیرے تو نام لیوا گردش میں آ گئے ہیں — کب تک یہ بے نیازی یا حی یا قیوم

دیں کی متابعت میں اسلاف کی وہ رفعت — آج اُف یہ خاکبازی یا حی یا قیوم

بطحا کی رہ سے ہٹ کر یورپ میں کھو گئے ہیں — ہاری ہے ہم نے بازی یا حی یا قیوم

عاجز ہیں تیرے بندے، ناچیز و ناتواں سے — کر دے کرم نوازی یا حی یا قیوم

اتنا مجھے بتا دے کب رنگ لائے گی یہ
خاور کی نے نوازی یا حی یا قیوم

—:۲:—

تو اگر مہربان ہے پیارے! — دل کی دنیا جوان ہے پیارے!

تیرے احسان کا حساب نہیں — تجھ کو سب کا دھیان ہے پیارے!

دل کی تصدیق ہے یہ گویائی — تُو ہی ایمان و جان ہے پیارے!

تیری ہستی پہ یہ یقیں محکم — بے دلیل و گمان ہے پیارے!

تجھ کو پانے کی ہے طلب صادق — جستجو بے کران ہے پیارے!

میں ہوں کون و مکان کا پابند — اور تو لامکان ہے پیارے!

تیرا ملنا محال تھا لیکن — واسطہ درمیان ہے پیارے!

خود شناسی ہی بالیقیں خاور
بے نشاں کا نشان ہے پیارے!

—:۳:—

میری وفا کو دیکھ نہ میری خطا کو دیکھ
اے ربِّ ذوالجلال تو اپنی عطا کو دیکھ
آنکھوں میں تو ہی تو ہے دل میں بھی تو ہی تو
میرے جنون و جذب کی اس انتہا کو دیکھ
درماندگی، بیچارگی، ہر لحظہ عاجزی
یعنی سراپا عجز کی ہر اک ادا کو دیکھ
دنیا کی کج ادائی سے تنگ آ گیا ہوں میں
مجھ کو نہ دیکھ، ہاں مرے دستِ دعا کو دیکھ
بے راہروی کا دور ہے، اذہان پر شکوک
اے چارہ سازِ ہر مرض! دردِ سوا کو دیکھ
گم کردہ راہرو! تری منزل ہے بس یہی
اللہ کو دیکھ اور حبیبِ خدا کو دیکھ
آسودگیِ جسم ہے اک عارضی نظام
مغرب زدہ! بزرگوں کے فقر و غنا کو دیکھ
سالک ترے عدم میں ہے موجود کا مقام
اپنی فنا کو دیکھ نہ اپنی بقا کو دیکھ
انکارِ غیر ذات ہے خاور حصولِ ذات
ہر حال میں ہر رنگ میں اس مہ لقا کو دیکھ

—:۴:—

آس بے تاب ہو گئی ہوتی
نقش بر آب ہو گئی ہوتی
دید ممکن تھی روئے انور کی
ہاں! اگر تاب ہو گئی ہوتی
دید حق "ظاہرا" ہے ناممکن
حاصل خواب ہو گئی ہوتی
آگہی ہو کہ خود فراموشی
عشق بے تاب ہو گئی ہوتی
دل کا کیا ہے؟ بہل ہی جائے گا
شوخیِ شباب ہو گئی ہوتی
زیست گر دل کو حاصل ہو جاتی
موت بے آب ہو گئی ہوتی
تیرے پرتو سے زندگی اپنی
مثل ماہتاب ہو گئی ہوتی
اک اچٹتی نگاہ کافی تھی
حسن آداب ہو گئی ہوتی
جنس عجز و نیاز ہم سے ہے
ورنہ نایاب ہو گئی ہوتی
اپنی ہر کوشش خلوص و وفا
نذر احباب ہو گئی ہوتی
میں تو اک مشت خاک ہوں خاور
خاک مہتاب ہو گئی ہوتی

—:۴:—

جلووں کی فراوانی' کیا شان ہے لے آئی
دل تیرا ہی شیدائی' اور آنکھ تماشائی

ناچیز ہوں ناقابل' پر تیری پذیرائی
کیا بندہ نوازی ہے کیا حوصلہ افزائی

ہر شے میں ترا جلوہ' پوشیدہ بھی ظاہر بھی
رعنائی؛ صناعی—— صناعیء رعنائی!

کہنے سے جھجکتا ہوں' پر آپ سے کیا پردہ
یہ انجمن آرائی' دوئی میں ہے یکتائی!

عرفان کہ لا علمی' دونوں ہیں بڑی نعمت
خوش ہوں کہ مری بات' یاروں کو پسند آئی

تربیتِ باطن کے انداز نرالے ہیں
ہر نشترِ جرّاحی' پوشیدہ مسیحائی

کیفیتِ رقت کو کیا تیری رضا سمجھوں؟
ساکن سی طبیعت ہے گو آنکھ ہے بھر آئی

اُس حسنِ قدیمی کے اِس حسن پہ میں قرباں
جو نوری و خاکی میں اک واسطہ لے آئی

جس شوخ نے نظروں سے دنیا ہی بدل ڈالی
میں اُس کا تمنائی میں اُس کا ہی شیدائی

اُس ہادیٔ برحق کا ہر قول مرا ایماں
عرفانِ نفس سے ہی' خالق کی شناسائی

خاور دلِ مضطر کا اللہ نگہباں ہو
اُف اس کی یہ پہنائی اُف اِس کی یہ گہرائی

—۷—

دل کو سکون روح کو اِذن رسا ملے　　ہیں منتظر کہ دیکھئے کب دلربا ملے
اس جستجو میں دیدہ و دل بھی ہیں فرشِ راہ　　شاید کبھی اے ہم نشیں وہ آشنا ملے
وعدہ لقا و دید کا تیری رضا کی شرط　　عشقِ نبی میں ہی مگر ایسا صلہ ملے
ہے کس کو اے مشیّتِ باری دمِ مجال　　بالواسطہ ملے کہ تو بے واسطہ ملے
سر خم ترے حضورؑ فعالؑ لِما یرید!　　چاہے یہاں ملے کہ یا جنت میں جا ملے
سرکارِ دو جہان سے جب تک نہ عشق ہو　　قطعاً" یہ ہے محال خدا کا پتا ملے

خاور رسولِ پاک سے نسبت بدستِ شیخ
کیا خوش نصیب ہیں جنہیں یہ آسرا ملے

—۸—

ہر لمحہ تیرا ذکر اور ہر لحظہ تیری بات　　میرا تو بس ہے اک یہی سرمایۂ حیات
حاصل ہے بندگی کا فقط تیری معرفت　　قرآن ہو، توریت ہو یا انجیل کی ہو بات
قلبِ سلیم، طبعِ رسا روشن نگاہ سے　　ہوتے ہیں ایک آن میں ہی ختم شش جہات
کون و مکاں سے بھی پرے عارف کا ہے مقام　　اور ابتدائے حال میں تسخیرِ کائنات
قلت ہی ہر کلام و طعام و منام میں　　ضبطِ نفس کے واسطے ہیں کیمیا صفات
ایسے بھی دلفریب کچھ لمحے گزر گئے　　آنکھوں کے سامنے ہی رہے ہو تمام رات
عینِ وصال ولولہ غالب یہی رہا　　دیکھوں اور دیکھتا رہوں، چھیڑوں نہ کوئی بات
یا رب ترے ہی فضل و کرم کا ہے واسطہ　　توفیق دے کہ موت بھی میری بنے حیات

خاور ہر آن قلب و نظر پر نگہ رہے
یادِ خدا کے ماسوا ہر سوچ "غیر ذات"

صلِّ علیٰ
(نعتیں)

—:!:—

الفقر فخری والفقر منی
سبحان اللہ اے مکی و مدنی
احمدؐ محمدؐ الحمد للہ! بعد از خدا تو سبحان اللہ!
الفقر فخری والفقر منی
سبحان اللہ اے مکی و مدنی
مختارِ کلّی محبوبِ ربی مقصودِ منزل مطلوبِ حقی
الفقر فخری والفقر منی
سبحان اللہ اے مکی و مدنی
کاشفِ رازِ علمِ لدنی دانائے کلّی مکی و مدنی
الفقر فخری والفقر منی
سبحان اللہ اے مکی و مدنی
حاملِ قرآں، ایمان و ایقاں مرکزِ عرفاں، مبداء فیضاں
الفقر فخری والفقر منی
سبحان اللہ اے مکی و مدنی
غارِ حرا کی دلکش طریقت حسنِ تجلّی، نورِ حقیقت
الفقر فخری والفقر منی
سبحان اللہ اے مکی و مدنی
ہے بندگی میں شانِ خدائی یہ مصطفائی، وہ کبریائی
الفقر فخری والفقر منی
سبحان اللہ اے مکی و مدنی

اسمِ گرامی شامل دعا میں — ورد و صلوٰۃ و حمد و ثنا میں

الفقر فخری والفقر منی

سبحان اللہ اے مکی و مدنی

مشکل پڑی ہے ہم پہ جو اِس دم — نگہِ کرم ہو رحمتِ عالم

الفقر فخری والفقر منی

سبحان اللہ اے مکی و مدنی

نعتِ محمدؐ خاور عبادت — حاصلِ ایماں، وجہِ شفاعت

الفقر فخری والفقر منی

سبحان اللہ اے مکی و مدنی

—:۲:—

اُن مدھ بھرے نینوں میں رضا کھیل رہی ہے — نشّائے الٰہی کی ادا کھیل رہی ہے

انوارِ تجلّی سے حسیں چہرہ فروزاں — ہونٹوں پہ تبسّم کی حیا کھیل رہی ہے

رُخ صبح منور ہے تو واللیل ہیں زلفیں — یوں رات کے دامن میں ضیا کھیل رہی ہے

ہے زلفِ سیاہ باعثِ تسکینِ غمِ دل — کیا دوش پہ رحمت کی گھٹا کھیل رہی ہے

مژگاں کے بم و زیر سے سینوں میں تلاطم — ٹھہراؤ میں تسکیں کی ادا کھیل رہی ہے

اعدا کے ستم سب و شتم ظلم کے باوصف — بے ساختہ ہونٹوں پہ دعا کھیل رہی ہے

سر دے کے سرِ عام جو ہیں زندۂ جاوید — اُن تیرے شہیدوں سے قضا کھیل رہی ہے

آہستہ قدم ریت پہ رکھ، زائرِ ناداں! — یاں نقشِ کفِ پا سے صبا کھیل رہی ہے

فردوس کے ہر سو تری گلیوں میں نظارے — خوشبوؤں میں سرمست ہوا کھیل رہی ہے

رندو! اِدھر آؤ، اِدھر آؤ، اِدھر آؤ! — میخانے میں ساقی کی عطا کھیل رہی ہے

اے گنبدِ خضرا! مجھے اتنا تو بتا دے — کیا عرضِ تمنا پہ صلا کھیل رہی ہے؟

او دید کے مشتاق! ذرا سامنے دیکھو — تیرے غمِ پنہاں کی جزا کھیل رہی ہے

کیونکر نہ ہوں خاور مری مشکلیں آساں
ہر جنبشِ ابرو میں رضا کھیل رہی ہے

—:۳:—

جبریل سندیسہ لاتے ہیں، پر راز کسی کو کیا معلوم
مابین نیاز و ناز جو ہیں وہ ناز کسی کو کیا معلوم

مختاریء کامل کے صدقے، ہر حکم ہے گویا حکم خدا
فرمانِ الٰہی کے مضمر، اعجاز کسی کو کیا معلوم

غلبہء الفت میں جبریل، الہامِ خدا ہے نغمہ ریز
ہر تارِ رگِ جاں ہے گویا، اک ساز کسی کو کیا معلوم

شانِ تقرّب کا عالم "لی مع اللہ" ﷺ وقتا"
اور ناز و نیازِ محبوبی کے راز کسی کو کیا معلوم

اے صاحبِ اسریٰ! رک ہی گئیں ہر عالمِ حادث کی نبضیں
اِس پاسِ ادب اور حکمت کے انداز کسی کو کیا معلوم

یہ ہمّتِ عالی کیا کہئے اُس ذات کو دیکھا بے پردہ
اور عینِ وصالِ ذاتِ حق وہ ناز کسی کو کیا معلوم

اک قلبَ قوسَین اَدنیٰ تھا یعنی کہ اَدنیٰ اَو اَدنیٰ
کیا قرب تھا ذاتِ یکتا کا یہ راز کسی کو کیا معلوم

تھیں رمز و کنایہ میں باتیں یعنی فَاَوحیٰ مَا اَوحیٰ
اے کملی والے تو ہی بتا یہ راز کسی کو کیا معلوم

ہے میم "الف" کا ہی مظہر مِنْ جملہ صفاتِ ذات ہو
جب تک کہ نہ چشمِ دل ہو وا، اعجاز کسی کو کیا معلوم

یہ کون اسے کہتا ہے غلو، اَستغفِرُ اللہ استغفار
ہے یاں تو ثنا خواں مولیٰ خود، یہ راز کسی کو کیا معلوم

دل غیر کی الفت سے خالی، ہے صرف محمدؐ کی الفت
اے چشمِ ظاہر! خاور کے انداز کسی کو کیا معلوم

—۴۲—

جہاں بھر کے حسینوں سے حسیں تر اے حسیں تم ہو
جمالِ ذات ہو، نورِ الہٰ العالمیں تم ہو

گنہگارانِ امت کا سہارا بالیقیں تم ہو
کرم ہو، فضل ہو اور رحمت اللعالمیں تم ہو

بہ جسمِ ظاہری زندہ، نبیٔ آخریں اور غیب کے عالم
ہو امی "ظاہرا" پر حاملِ علمِ مبیں تم ہو

ہو محوِ ہم کلامی بالمشافہ اور بے پردہ
کہ عینِ وصل میں بینائے ذاتِ العالمیں تم ہو

مری جان تمنا ہو، مرا مقصد مرا حاصل
مرا علمِ الیقیں، عین الیقیں، حق الیقیں تم ہو

نقابِ رخ الٹ دو اے سرورِ جانِ مشتاقاں!
متاعِ عاشقاں ہو آرزوئے مخلصیں تم ہو

نگاہے کن بہ حالِ خستگانِ ملتِ بیضا
امیرِ کارواں، منزل رسا، کار آفریں تم ہو

سلام اے رہبرِ دوراں! سلام اے مرکزِ ایماں!
سلام اے حاملِ قرآں! کہ خود دینِ متیں تم ہو

سلام اے کار ساز و دستگیرِ ناقص و کامل
طبیبِ ہر مرض، چارہ گرِ قلبِ حزیں تم ہو

سلام اے جانِ عشاقاں، سلام اے روحِ جاں بازاں!
منور کر دو دل میرا کہ نورِ اولیں تم ہو

سلام اے شاہکارِ حق! سلام اے پیکرِ رحمت!
سلام از خاورِ عاجز کہ میرے بس تمہیں تم ہو

—:۵:—

ازل کا وہ سِرِّ نہاں اللہ اللہ
ترے دم قدم سے عیاں اللہ اللہ

یہ رشتۂ عبد اور معبود واللہ
نفس در نفس کُن فکاں اللہ اللہ

یہ ہمت، یہ قدرت، یہ شانِ تصرف
یہ تسخیرِ کون و مکاں اللہ اللہ

کلامِ محمدؐ ——— کلامِ الٰہی
یہ حُسنِ کلام و بیاں اللہ اللہ

ملائک کو ہے رشکِ اہلِ زمیں پر
کہ ہے یاں ترا آستاں اللہ اللہ

حقیقت کھلی جس گھڑی لا الٰہ کی
ملا ہے نشاں کا نشاں اللہ اللہ

ہے تیری بدولت عجب شانِ اُمت
کہ خیر الامم در جہاں اللہ اللہ

میں کلمۂ طیب پہ قرباں کہ اس میں
ترا نام ہے ہم عناں اللہ اللہ

ہے تو جن کی دنیا، ہے تو جن کا عقبیٰ
وہ سوئے مدینہ رواں اللہ اللہ

سفر میں، حضر میں، نظر میں، خبر میں
ترا ساتھ ہو جانِ جاں اللہ اللہ

تمنا ہے خاور! درونِ لحد بھی
کہے دل "محمدؐ" زباں "اللہ اللہ"

—:۶:—

ہر سوچ تیری یاد میں ایمان بن گئی
یعنی کہ تیری ذات کا عرفان بن گئی

جلوہ گریٔ ذات کی وہ غایتِ حسیں
تخلیقِ کائنات کا عنوان بن گئی

ہر ہر ادا پسند کیا آئی کہ دیکھیے!
فرض و سنن و دین کے ارکان بن گئی

نکلی زباں سے بات تو وہ ہو گئی حدیث
کیفیتِ الہام میں قرآن بن گئی

سوئے فلک نگاہ اچانک جو اٹھ گئی
تحویلِ قبلہ گاہ کا سامان بن گئی

کون و مکاں میں عبدہٗ نورِ خدا کی ذات
کُل انفس و آفاق کا ارمان بن گئی

خلقے زجہل و کفر خلائق میں بدتریں
طبعِ سلیم پائی تو انسان بن گئی

اے خاکِ پاکِ ارضِ مدینہ! ذرا بتا
کس کے وجود سے تری یہ شان بن گئی؟

ہر گام صرف اسوۂ نبوی کی پیروی
اہلِ وفا کا حاصل و ایمان بن گئی

خاور! دلِ ناچیز سی گویا حقیر شے
چشمِ کرم سے معرفت سامان بن گئی

—:۷:—

ترے آنے سے ہستی میں گل و گلزار کا عالم
سرور و کیف کا عالم مئے سرشار کا عالم

منور کر دیا حسنِ ازل سے ذرّے ذرّے کو
دلیلِ مہرِ تاباں ہے ترے انوار کا عالم

ظہورِ پاک ہے گویا عروجِ پیکرِ خاکی
خدائے عز و جل کی حکمت و اسرار کا عالم

بہ ہر سو جلوہ ہائے ذاتِ اقدس کی فراوانی
کہ ہست و بود مافیہا ہے اس کے یار کا عالم

ضمیرِ پاک پر ہیں منکشف سب رازِ پنہانی
زہے یہ چشمِ بینا یہ دلِ بیدار کا عالم

امامت انبیاء کی سروری جنّ و ملائک کی
تری ختمِ نبوت کے حسیں اقرار کا عالم

حیاتِ طیبہ ہے خود بخود تفسیرِ قرآنی
کہ احکامِ خداوندی کے ہے اظہار کا عالم

ہے قول و فعل کا یہ امتزاج اس بات پر شاہد
تری گفتار کا عالم ترے کردار کا عالم

بدل ڈالی نگاہِ فیض نے دنیائے دلِ خاور
کہ ہر لحظہ میسر ہے مجھے دیدار کا عالم

—:۸:—

دل و نظر کی تمنا و ماحصل تم ہو
مری حیات کی سب مشکلوں کا حل تم ہو

تمہیں ہو اوّل و آخر تمہیں ہو شاہدِ کل
خدا کا خلق پہ احسانِ بے مثل تم ہو

اگرچہ خلقتِ انساں "فی احسنِ تقویم"
مگر خدائی کا شہکار بے بدل تم ہو

سعید روحوں کے لب پہ تھا جو کہ روزِ ازل
اسی کلام کا نغمہ بھی اور غزل تم ہو

تیرا کلام خدا کا کلام ہے ٹھہرا
کہ ترجمانِ اشاراتِ لم یزل تم ہو

وہ حسن جس کی ازل سے تھی آرزو مجھ کو — خدا گواہ ہے وہ حسنِ بے مثل تم ہو
کرم اے ہادیٔ برحق، نگہ سراپا کرم — کہ میرا دین بھی، دنیا، بہا، بدل تم ہو
ہر ایک حال میں تیری رضا کا ہوں پابند — مرا خیال بھی، نیّت بھی اور عمل تم ہو

حیات و مرگ ہو، برزخ ہو حشر یا مابعد
ہر اک مقام پہ خاور کا ماحصل تم ہو

—۹—

مدینے کو تجلّیٰ کی زمیں کہنا ہی پڑتا ہے
مقدس تر بھی اور افضل تریں کہنا ہی پڑتا ہے

طریقت میں شریعت کی جو پابندی نہیں کرتا
اُسے تو ناممکل بالیقیں کہنا ہی پڑتا ہے

شریعت اور طریقت لازم و ملزوم ہیں دونوں
جنہیں علم الیقیں، عین الیقیں کہنا ہی پڑتا ہے

محبت ہے وہ کیفیت بیاں میں آ نہیں سکتی
تجھے اے جانِ جاں دل کا مکیں کہنا ہی پڑتا ہے

محبت عشق کا حاصل، محبت زندگی گویا
محبت کو متاعِ آخریں کہنا ہی پڑتا ہے

زباں پر جب بھی ربّ العالمیں کا نام آتا ہے
محمدؐ رحمت اللعالمیں کہنا ہی پڑتا ہے

محمدؐ ہادیٔ برحق، محمدؐ شافعِ محشر
انہیں مشکل کشا، کار آفریں کہنا ہی پڑتا ہے

نظامِ ہست جس کی جنبشِ ابرو پہ رقصاں ہے
اُسے منشائے ربّ العالمیں کہنا ہی پڑتا ہے

جہانِ رنگ و بو میں حسنِ فطرت کار فرما ہے
کہ خاور ذرّے ذرّے کو حسیں کہنا ہی پڑتا ہے

۱۰

کس شوخ نے ادا سے ردائیں بکھیر دیں
ہر سمت رحمتوں کی گھٹائیں بکھیر دیں

حسنِ ازل کا پردۂ نوری الٹ کے آج
ظلمت کدوں میں اپنی شعاعیں بکھیر دیں

فرطِ ادب سے مہرِ فلک بھی ہے چھپ گیا
زلفوں کی دوش پر جو گھٹائیں بکھیر دیں

اِک ضرب لا الٰہ سے کیا بتکدوں کو پاش
اور کفر کی تمام بلائیں بکھیر دیں

ہر قسم کی برائیاں جڑ سے اکھیڑ کر
معروف امر کی ہی فضائیں بکھیر دیں

قرآں کے رموز و معارف کو کرکے فاش
حسنِ عمل سے اپنی ادائیں بکھیر دیں

سب کو مقام بندہ و مولیٰ بتا دیا
حمد و ثناء کی خوب صدائیں بکھیر دیں

عرشِ بریں پہ جس گھڑی تشریف لے گئے
راہوں میں قدسیوں نے عبائیں بکھیر دیں

معراج کی حقیقتیں از خود ہیں آشکار
وقت و مکاں کے فرق کی راہیں بکھیر دیں

عینِ وصال مل گئے جب سارے اختیار
اُس ذات کی رضا میں رضائیں بکھیر دیں

کیا شانِ فیضِ عام رسالت مآب ہے
ہر دو جہاں میں ساری عطائیں بکھیر دیں

خلقِ عظیم دیکھئے! ظلموں کے باوجود
سب دشمنانِ جاں پہ دعائیں بکھیر دیں

اُمت کے عاصیوں پہ ہیں الطافِ بیکراں
بخشش کی' اِذنِ رب سے عطائیں بکھیر دیں

خاور میں جانتا ہوں' ہے اکسیر خاکِ پا
قدموں میں گر کے اپنی وفائیں بکھیر دیں

۱۱

یا محمدؐ بہ منِ سوختہ ساماں نظرے
جانِ جاناں نظرے شہِ شاہاں نظرے

بے بس و راندہ و ناکارہ غبارے ہستم
کیمیا کن زِنگہ صاحبِ نظراں نظرے

وارہا کن زِغم و رنج و بلاہائے جہاں
لطف کن لطفِ بریں بے سرو ساماں نظرے

ہم چناں ماہیٔ بے آبِ دلِ من می تپد
کار از دست رود خوا جگیہاں نظرے

توئی حاصل توئی مقصد و تمنا ست توئی
جز ترا ہیچ نہ خواہم زہے جاناں نظرے

خاورِ خستہ کہ بسیار تباہ حال شدہ
ہور گدائے درِ تو ہست' بہ احساں نظرے

—:۱۲:—

مرے حضورؐ مجھے اپنے گھر بلاتے ہیں
فدائی وجد میں' دیوار و در بلاتے ہیں

جبینِ شوق ہے تڑپے کہ خاکِ پا چوموں
زہے نصیب شہِ بحر و بر بلاتے ہیں

وفورِ رقت و گریہ' وضو کریں ریشے
کہ جانِ خوبانِ خوب تر بلاتے ہیں

کہاں سے صبر وہ لاؤں کہ دل کو چین آئے
یہی ہے چارۂ دل کہ چارہ گر بلاتے ہیں

نہ فکرِ زادِ سفر نہ کسی سبب کا ہے غم
کہ ہر سبب کے خود حیلہ گر بلاتے ہیں

کہاں وہ نورِ مجسم کہاں یہ ذرۂ ناچیز
خوشا وہ رحمت و خیر البشر بلاتے ہیں

مرے تمام گناہوں سے درگذر کرکے
نگاہِ عفو و کرم ڈال کر بلاتے ہیں

کمالِ فضل و عطاء' ہیں جبرئیل آئے
کہا "چلو! میرے تاجور بلاتے ہیں"

میں اِس کرم نوازی پہ جھوم جھوم اٹھوں
اٹھا کے فرش سے جو عرش پر بلاتے ہیں

صفاتِ حق کی تجلیوں کا نور' ظہور
مشاہداتِ حقیقت' جدھر بلاتے ہیں

یہ کس کا فیض ہے خاورؔ کہ یہ مقام ملا
کہ تجھ سے بے گھر کو' گھر بلاتے ہیں

—:۱۳:—

انجامِ کار گردشِ ایّام دیکھیے
پھر آ گیا ہے عشق پر الزام' دیکھیے!

بیتاب دل کی دھڑکنیں پھر ہو گئی ہیں تیز
کیا آ گیا ہے پھر کوئی پیغام؟ دیکھیے

اے جانِ عاشقاں! ذرا رہنا مرے گواہ
ہر آن حرزِ جاں ہے ترا نام دیکھیے

دنیا سے واسطہ ہے نہ عقبیٰ سے کچھ غرض
وارفتگانِ عشق کے بھی کام دیکھیے

رندوں کو ہوش و حاجتِ ساغر نہیں رہی
اعجازِ چشمِ ساقیٔ گلفام دیکھیے

جود و کرم' شفاعت و رحمت' نوازشیں
انعام دیکھیے ذرا اکرام دیکھیے

دامن بڑھائیے کہ لپٹ جائے ناتواں
در پہ پڑا ہے بندۂ بے دام دیکھیے!

چشمِ کرم کا اب تو اشارہ ہو اِس طرف
آجائے کچھ تو درد سے آرام دیکھیے!

خاورؔ! ترا خلوص فزوں تر ہے دم بدم
آغاز خوش خیال ہے' انجام دیکھیے؟

—:۱۴:—

پڑیں جو دل پہ اچانک تجلیات تمام
تو مثلِ ذرہ ہتھیلی پہ کائنات تمام

وجود ذات ہے مطلق قدیم حی و قیوم
وہی ہے ظاہر و باطن الٰہ و ذات تمام

حضورؐ نورِ حقیقت، حضورؐ اوّلِ خلق
کمال و مظہرِ ذات و صفات تمام

انہیں کے نور کے پرتو سے ہو بشر بھی نور
مقام، عرشِ علیٰ و قربِ ذات تمام

ذرا نگاہِ نبوت کا فیض تو دیکھو
فنائے تام ہے حاصل، مشاہدات تمام

بزورِ شوکت و سطوت شکوہ و شانِ جلال
مٹائے جاتے ہیں ظلمت کے حادثات تمام

جو ہو مشیت باری، تو کوئی دیر نہیں
پلک جھپکتے ہی طے ہوں جہات تمام

طلب ہے فیضِ قلندر کیا گیا ہوں میں
پئے حضوریِ مولائے کائنات تمام

نظر میں رکھ کے مجھے مسکرائے جاتے ہیں
یہ انعکاسِ جمال، یہ التفات تمام

نفیِ ذاتِ نفس سے ہی معرفت کا مقام
کہ ضربِ لا کے اثر سے عجائبات تمام

جنونِ عشق کے خاور ہیں خوب حال و مقام
سکون، سرور و حضور واردات تمام

—:۱۵:—

نور ہی نور، مہک، کیف و سرور آئے ہیں
دلِ بیتاب ذرا صبر، حضورؐ آئے ہیں

چشم پر نم ہے، طبیعت میں سکوں کا عالم
زہے! از فضل و کرم، رحمت و نور آئے ہیں

قدسیاں فرطِ ادب سے ہیں ہر سمت کھڑے
اور ہاتھوں میں لئے جامِ طہور آئے ہیں

جام پر جام لنڈھاؤ کہ صلائے عام ہے یارو!
اپنے رندوں کو پلانے خود حضورؐ آئے ہیں

عاصیو! بڑھ کے پکڑ لو اپنے مولیٰ کے قدم
وہ شفاعت کو سرِ یوم النشور آئے ہیں

اپنے پلّے تو نہیں کچھ بھی بجز اس کے کہ ہم
حمد اور نعت کی محفل میں ضرور آئے ہیں

ہیں تجلی گہہ ربی یہ بزرگوں کے مزارات
کون کہتا ہے کہ ہم پیشِ قبور آئے ہیں

تا کہ ہم پر بھی ہو واجب یہ شفاعت خاور(۱)
درِ اقدس پہ جبھی پیشِ حضورؐ آئے ہیں

---

(۱) تلمیح بہ حدیث شریف: من زار قبری وجبت لہ شفاعتی (جس نے میری قبر کی زیارت کی اس پر میری شفاعت واجب ہو گئی)

—:۱۶:—

مرے عشق کی ہے عظمت' ترا سنگِ آستانہ — ہے یہی مرا نشیمن ہے یہی مرا ٹھکانہ
سرِ پردہ سرا ہے تجھے ظہورِ کنزِ مخفی — کہ جہاں میں پھیل جائے تیرے حسن کا فسانہ
کسے ہمسری کا دعویٰ' کسے سروری کا یارا — کہ ہو انبیاء میں یکتا تو رسل میں ہو یگانہ
تری رحمتیں سراپا' تیری شفقتیں سراسر — تری بخشش و کرم کا ہے معترف زمانہ
امت کے عاصیوں کا' ٹوٹے ہوئے دلوں کا — واللہ یہ سبز گنبد ہے آخری ٹھکانہ
تو خدا کی ہم پہ رحمت' تو خدا کا ہم پہ اِحساں — کہ تمہیں سے ہم نے پایا یہ عرفان کا خزانہ
مجھے کیا غرض زماں سے' مجھے کیا غرض مکاں سے — مری آرزو تمہیں ہو اے نورِ دلبرانہ!
کبھی سوزشِ محبت' کبھی صبرِ ناشکیبا — غمِ عاشقی سلامت' ہے یہ قرب کا بہانہ
ترا غم میرا مداوا' تیری یاد میرا حاصل — کیا عجب کہ رنگ لائے میرا عشقِ والہانہ
وہ جذب و شوقِ مضطر کہ لی چوم چوم جالی — اِسی جذب میں ہے مضمر میرے عشق کا فسانہ

یہ سگِ درِ قلندرؒ یہ بہ عرفِ عام خاورؔ
ترے در کا ہے گداگر اور فقط ترا دوانہ

—:۱۷:—

بے نیازی سے وہ انجان بنے بیٹھے ہیں — پر مری زیست کا سامان بنے بیٹھے ہیں
ذرّے ذرّے میں وہ ہیں جانِ جہاں جلوہ فروز — دل کے ہر گوشے میں مہمان بنے بیٹھے ہیں
جانِ محفل بھی وہی' جانِ تغزل بھی وہی — ساری محفل کا وہ ارمان بنے بیٹھے ہیں
ہر دل و جاں کی تمنا ہیں ہر اک روح کا خواب — خوب فطرت کی وہ پہچان بنے بیٹھے ہیں
جنبشِ لب پہ ہیں اعجاز مسیحائی کے — یعنی ہر درد کا درمان بنے بیٹھے ہیں
میری دنیا بھی وہی ہیں میری عقبیٰ بھی وہی — میری تقدیر کا عنوان بنے بیٹھے ہیں
تاکہ ہر لحظہ فزوں تر ہو میری آتشِ شوق — سامنے بیٹھ کے انجان بنے بیٹھے ہیں
ہم میں غیرت نہ مروّت نہ محبت نہ خلوص — حیف صد حیف کہ انسان بنے بیٹھے ہیں

اب نگہِ لطف ہو خاورؔ پہ بھی اے بندہ نواز!
یہ بھی اک عمر سے دربان بنے بیٹھے ہیں

—:۱۸:—

خرابم خستہ عالم یا حبیبی! عجب افسردہ جانم یا حبیبی
کرم اے رحمت اللعلمینے! بکیجے امیدوارم یا حبیبی
نگاہے یا شفیع المذنبینا گنہگارم و ترسم یا حبیبی
عجب ایں رفعتِ شانِ غلاماں فلا خوف علیہم یا حبیبی
مرا ہم جُرعہء لا یحزنون دہ پریشاں ناتوانم یا حبیبی
نویدِ آیہء لا تقنطو را بہ حرزِ جان دارم یا حبیبی
نگاہِ سرمہ سا را سوئے من کن کہ من ہم فیض یابم یا حبیبی
شرابِ بے خودی در ساغر افگن بہمی [illegible] بادہ بہ جامم یا حبیبی
شوم اے کاش اکنوں شاد کامے مرا کن شاد کامم یا حبیبی
نمی دانم کہ در عینِ حضوری کجا بودم؟ چہ ہستم؟ یا حبیبی
زفیضِ پرتوِ تو ماہتابم زحسنت آفتابم یا حبیبی
ندارد ہیچ چیزے جز تو خاور ندارم ہیچ کارم یا حبیبی

زخاور تا بہ کے ایں بے نیازی
کرم اے جانِ جانم یا حبیبی

—:۱۹:—

رواں جو قلب میں خود ہیں درود و سلام سمجھ گیا ہوں کہ آیا ہے کوئی سخت مقام
وہی کلام ہے موزوں، قبولِ گفت و شنید ہو جس میں ذکرِ خدا و نعتِ خیر الانام
وہی ہے عید کا دن، شبِ برات وہ رات طویل جس میں ہوں سجدے تمام رات قیام
میں ان کی گردِ راہ، انہیں کے در کا غلام کہ اقتدا میں ہیں جن کی سب انبیائے کرام
وہی ہیں میری تمنا، وہی حصول و وصول انہیں سے جذب و سرور، انہیں سے نورِ کلام
میں اس عظیم کی شانِ کرم پہ ہوں قرباں کہ جس کے دین کے عالم کالانبیائے کرام
منارِ رشد و ہدایت ہیں کسبِ فیض کرو نبی کے علم کے وارث یہ اولیائے کرام

مقامِ قرب کی خاور عجب ہے شانِ واللہ
بنا کے اہل بھی خود، عطا ہو قربِ دوام

—:۲۰:—

پہلے ذرا حضورؐ کو تو جان جایئے
ممکن ہے پھر خدا کو بھی پہچان جایئے

ہر قول و فعل اِذنِ الٰہی کے تحت ہے
محبوبیت کی شان ہے قربان جایئے

ایماں یہی ہے آپ کا ہر حکم برملا
بے حیل و بے گمان ہی بس مان جایئے

اہلِ یقیں ہی صاحبِ ایماں ہیں دوستو
جینا یہی ہے مر کے مسلمان جایئے

دنیا کی ہر اک شے سے ہیں جبکہ عزیز تر
قربان ان کی ذات پہ ہر آن جایئے

دونوں جہاں کی دل سے محبت نکال کر
پیشِ حضورؐ بے سر و سامان جایئے

واضح کیا ہے عبد اور معبود میں جو فرق
اے ترجمانِ ذاتِ حق! [illegible] قربان جایئے

اُٹھو! کہ اب حضورؐ ہیں تشریف لا رہے
اِس ساعتِ حسیں کو تو پہچان جایئے

کہتے ہیں تیری نعت کو "قندیلِ خاوری"
خاور تری اس طرز پہ قربان جایئے

—:۲۱:—

دن ڈھلا ذکر کے ترانوں میں
شب کٹی فکر کے فسانوں میں

کیا نہیں میرا قصہء درد
قابلِ غور داستانوں میں

مے کشو! آؤ آؤ چلتے ہیں
معرفت کے شراب خانوں میں

گوہرِ علم و حکمت و عرفاں
صرف قرآں کے خزانوں میں

یہی "تبیانِ کلِ شیٔ" ہے
منفرد ہے یہ کُل بیانوں میں

میرے مولا کے دم سے قائم ہے
نظمِ ہستی کے کارخانوں میں

آپ کی ہی تجلیات کا نور
سب زمانوں میں، سب مکانوں میں

ہر عطا ہے حضورؐ کا صدقہ
آپ کا فیضؐ کُل جہانوں میں

مثلِ خورشید آپ کے ہی غلام
جگمگاتے ہیں آستانوں میں

الحمد! عمر بیتی ہے
اِن خدا مست مہربانوں میں

کاش اک دن حضورؐ فرما دیں
ہے یہ خاور مرے دوانوں میں

—۴۲—

اللہ اللہ یہ حسنِ جانانہ | سارا عالم ہے تیرا پروانہ

جانے کیوں تیرے ملنے والوں کا | وحشتوں سے ہوگیا ہے یارانہ

مست آنکھوں سے پینے والوں کو | راس آتا نہیں ہے پیمانہ

گردشِ جام تیز تر کیجئے | ہوش میں آ نہ جائے دیوانہ

مے کشو! شانِ مے کشی یہ ہے | خود بخود چل کے آئے پیمانہ

مستیٔ چشمِ ساقیٔ کوثر | جام در جام گویا مے خانہ

خود شناسی خدا شناسی ہے | کاش سمجھو یہ رازِ عرفانہ

مال و دولت یہ خویش اور احباب | ہے حقیقت یا ایک افسانہ؟

اِس گھڑی دو گھڑی کے میلے میں | کون اپنا ہے؟ کون بیگانہ؟

کِس کے عِرفان سے یہ راز کھلا؟ | ما سوا ذات سب ہے افسانہ

فقر و شاہی کا بے مثل پیکر | وہ قلندرؒ وہ مردِ فرزانہ

یہ وہ نسبت ہے جس کے صدقے میں | کج کلاہی مزاج شاہانہ

میں وہ مستِ الست ہوں خاورؔ
لوگ کہتے ہیں جس کو "دیوانہ"

—۴۳—

مکرم! ذی معظم! یا محمدؐ! | کرم نورِ مجسم یا محمدؐ

ترا دیدار، دیدارِ الٰہی | دکھاؤ جلوہ ہر دم یا محمدؐ

شفاعت رحمت و نورِ ہدایت | تری ذاتِ مکرم یا محمدؐ!

گہے قرآن ہستہ گہ حدیثے | ترا معجز تکلم یا محمدؐ!

علاجِ عاشقانِ خستہ حالاں | فقط تیرا تبسم یا محمدؐ!

کرم کے منتظر در پہ پڑے ہیں | ہر اک نعمت کے قاسم یا محمدؐ!

درود و الفتِ آلؑ و صحابہؓ | مرا ایمان محکم یا محمدؐ!

اذان و کلمہ میں اسمِ گرامی | زہے یہ اسمِ اعظم یا محمدؐ!

محمدؐ حاضر و ناظر ہیں خاورؔ
مرا ہے وردِ ہر دم "یا محمدؐ!"

—۴۴—

نعتِ نبیؐ پڑھیں بھی پڑھائیں تمام رات   آؤ کہ بزم پاک سجائیں تمام رات
فرطِ ادب سے جذبۂ عشق و جنوں میں ہم   پیشِ حضورؐ قلب کو لائیں تمام رات
محبوبِ کبریا کی حقیقت کے نور میں   عرفانِ ذاتِ کبریا پائیں تمام رات
یارو! حضورِ قلب، تصور میں ڈوب کر   غم ہائے دو جہان بھلائیں تمام رات
اس رحمتِ تمام کی رحمت سے عاصیو!   رحمت خدا کی جوش میں لائیں تمام رات
قدموں کو چوم چوم کر دامن کو تھام کر   عصیاں کے داغ داغ مٹائیں تمام رات
آؤ! وہی ہیں آرزو و منتہائے زیست   رو رو کے جانِ جاں کو منائیں تمام رات
یارو! یہی ہے بختِ رسا کی فقط سبیل   وہ روبرو جمال دکھائیں تمام رات
ممکن نہیں کسی سے بھی توصیفِ عبدہٗ   صلِّ علیٰ کا وِرد پکائیں تمام رات
اللہ کی ربوبیت، طاعت حضورؐ کی(۱)   ہر سانس میں یہ عہد نبھائیں تمام رات

خاور ترا ہر شعر ہے جذب و سرور و شوق
ہر شعر گا کے وجد میں آئیں تمام رات

—۴۵—

دل کی دھڑکن سے لگے اب قرار آنے کو ہے   گویا محسوس یہ ہوتا ہے نگار آنے کو ہے
جھوم اٹھی ہر اک شے ہے سماں نور کا ہے   اب تو لگتا ہے طبیعت میں نکھار آنے کو ہے
کھل اٹھے غنچہ و گل، ہیں فضائیں مہکیں   یہ علامت ہے کہ اب جانِ بہار آنے کو ہے
رحمتیں سایہ فگن، جلوہ افروزیء نور   حسنِ یزداں، نورِ حق، شاہِ دیار آنے کو ہے
یاد وہ ذکرِ خفی ہے کہ اثر رکھتی ہے   خود بخود یہ کھٹک جاتا ہے یار آنے کو ہے
لطف کی بات ہے یہ، زخم خود بھرنے لگے   راحتِ قلب و نظر وجہِ قرار آنے کو ہے

اپنے ہر درد کا خاور اب مداوا کر لو
وہ مسیحا، رحمتِ پروردگار آنے کو ہے

---

(۱) قرآن پاک میں تین قسم کے میثاق (معاہدے) مذکور ہوئے ہیں۔ پہلا میثاق مولا کریم نے اپنی ربوبیت کا لیا جو بالفاظ "الستُ بِربّکُم قالوا بلیٰ" سے مذکور ہے۔ دوسرا معاہدہ انصار دین کا جو خاص علمائے کرام سے لیا گیا۔ تیسرا عہد "میثاق النبیین" ہے جو تمام انبیاء سے حضور علیہ السلام پر ایمان لانے اور ان کی خدمت و اطاعت کرنے کا جو بلاواسطہ سارے انبیاء مرسلین علیہ السلام سے اور بالواسطہ ان کی امتوں سے لیا گیا۔

—:۳۶:—

دردِ غمِ الفت کی، اللہ رے سوغاتیں　　ہر آن مداراتیں، ہر آن ملاقاتیں
آنکھوں سے تو اشکوں کا طوفان امنڈ آیا　　پر دل میں طمانیت اور لب پہ مناجاتیں
دلدار تبسم ہی ہر غم کا مداوا ہے　　ہر درد ہوا کافور، انمول کراماتیں
مخمور نگاہوں سے ساغر جو چھلکتے ہیں　　ہم تشنہ لبوں کی ہیں کیا خوب مداراتیں
فیضانِ نبوتﷺ کے اِس نورِ پہ میں قرباں　　جس نورِ تجلی سے روشن ہیں سیہ راتیں
دل عرشِ الٰہی ہے یعنی کہ تجلی گاہ　　ملتی ہیں توسل سے عرفان کی سوغاتیں
حاضر بھی ہیں ناظر بھی، باجسم ہیں زندہ بھی　　میلاد حقیقت میں سرکارؐ کی باراتیں
جب عرشِ معلیٰ پر ہے صلِّ علیٰ کا ذکر　　کیوں ہم نہ کریں یاں پر نعتوں کی مناجاتیں

خاور تیری نعتوں کی تاثیر کا کیا کہنا
جذبوں کی کراماتیں، یا نور کی برساتیں

—:۳۷:—

یا حمد، نعت خوانی یا حبسِ دم خفی ہے　　کبھی ذکرِ مصطفیٰ کی بزمِ حسیں سجی ہے
سرِ بزم جامِ عرفاں، ہیں نورِ حق کے جلوے　　یہاں رحمتوں کی بارش، یہاں کون سی کمی ہے
سبھی حاضریں مؤدب، سبھی حال مست گم سم　　کسی دل میں کیف و رقت کسی آنکھ میں نمی ہے
کوئی بے نیازِ عالم، کوئی صاحبِ حضوری　　کہیں وجد کا سماں ہے کہیں جان پر بنی ہے
یہ عجب یہاں کا عالم کہ جو بھی کیفیت ہے　　دلِ زار مطمئن ہے، نہ خوشی نہ کچھ غمی ہے
سرِ چشم اور جبیں پر جو اثر عیاں ہے دن میں　　یہ فغانِ نیم شب کی اک دھوپ سی جمی ہے

جو تو ہو سکا نہ خاور ابھی صاحبِ حضوری
ترے جذبۂ جنوں میں ابھی خامی و کمی ہے

نُورِ رُشد وہُدیٰ

(اولیائے کرام)

—:۱:—

یادگار و امانتیں یہ لوگ
یعنی زندہ کرامتیں یہ لوگ
خاکساری میں کج کلاہی کی
خوب روشن علامتیں یہ لوگ
رحمتِ حق، سکونِ قلب حزیں
نورُ العین و طراوتیں یہ لوگ
دینِ نبوی کے عامل و پابند
طاعتیں اور ہدایتیں یہ لوگ
حق تو یہ ہے کہ حق ہی بس حق ہے
اور حق کی علامتیں یہ لوگ
یاں تمیزِ غلام و مولا نہیں
ابرِ جود و سخاوتیں یہ لوگ
کام شاداب اور دہن سیراب
معرفت کی حلاوتیں یہ لوگ
دلبرانہ ادا کے پردے میں
مومنانہ فراستیں یہ لوگ
نورِ نبوی سے "فیض یابوں" کا
مرکزِ خیر، عنایتیں یہ لوگ
جو نگہ سے ہی دل بدل ڈالیں
وہ سراپا قیامتیں یہ لوگ
آؤ خاور انہیں کے ہو کے رہیں
صادقین اور کرامتیں یہ لوگ

—:۲:—

صلوٰۃ و ذکر سے جن کے دماغ روشن ہیں
انہیں کے سینہء اطہر کے داغ بروشن ہیں
جہانِ حسن حقیقی کی جلوہ افروزی
اسی کے نور سے ہستی کے باغ روشن ہیں
وہ نورِ ہمتِ باطن، بفضلِ ربِ جلیل
کہ جو دِکشت و خیابان و راغ روشن ہیں
شدید تر یہ محبت فنائے تام ہے گویا
ضیائے حق کے سراپا چراغ روشن ہیں
چراغ دل سے جلاتے ہیں دوسروں کے چراغ
کہ نورِ حق سے یہ روح کے ایاغ روشن ہیں
انہی کا نقشِ قدم راہِ حق کی دلیل
انہی سے رُشد و ہدیٰ کے چراغ روشن ہیں

عجیب رفعتِ شاں ہے کہ بعد مردن بھی مزارِ اقدس پہ "مثلِ چراغ" روشن ہیں
حبیبِ پاک کی نسبت کا فیض ہے خاور
کہ ہم غلاموں کے قلب و دماغ روشن ہیں

—:۳:—

ذات خیرِ کثیر ہے اِن کی
ہر مرض کے طبیب ہوتے ہیں
اولیائے کرام ہی یارو!
امرِ حق کے نقیب ہوتے ہیں

—:۴:—

رحمتِ ذوالجلال ہیں یہ لوگ
کس قدر باکمال ہیں یہ لوگ
اولیاء کی ہے شان لاثانی
آپ اپنی مثال ہیں یہ لوگ

—:۵:—

جسمِ خاکی بھی مائلِ پرواز
روح رازِ الست کی حامل
مردِ کامل کی اک توجہ سے
دل کی دنیا کو زندگی حاصل

—:۶:—

مظہرِ حق ہے تابانِ رسول
اِن کے دم سے ہی رحمتوں کا نزول
نظمِ ہستی ہیں، معرفت کی دلیل
وہ وسیلہ کہ سب دعائیں قبول

—:۷:—

اپنی تدبیر سے تقدیر بنا دیتے ہیں
ابنِ مریم کی طرح مُردے جِلا دیتے ہیں
دین و دنیا کی بھلائی کے ہیں ضامن خاور
اللہ والے ہیں اللہ سے ملا دیتے ہیں

—:۸:—

بحرِ غم کی شب تاریک میں، تنہائی میں
مسکراتے ہوئے معصوم ستاروں کے چراغ
راہ چلتے ہوئے بے آس مسافر کو
کتنے پیار سے دکھلاتے ہیں منزل کے سراغ

—:۹:—

نے حزن و غم و خوف نہ پروائے زمانہ
وہ مست ہے حال کہ رحمت کا بہانہ
سرکارِ دو عالم کی توجہ سے نکھر کر
اک گوہرِ نایاب کہ بے مثل و یگانہ

رنگِ حنا
(غزلیات)

—۱—

بزمِ امکاں میں نمایاں ہو کہ تنہا ہو جیسے
گو حجابوں میں چھپے ہو کہ خدا ہو جیسے

عشق بدنامی و رسوائی ہی رسوائی ہے
مشربِ عشق میں الزام روا ہو جیسے

اِس طرح عرضِ تمنا پہ بگڑ بیٹھے ہیں
یہ بھی اِک حسنِ تغافل کی ادا ہو جیسے

بِن ترے زیست کا ہر لمحہ قیامت ہے دوست!
مجھ کو محسوس یہ ہوتا ہے سزا ہو جیسے

گم ہوئے، محو ہوئے، خود نہ رہے، راز کھلا
تجھ سے ملنے کی یہی ایک ادا ہو جیسے

دار پہ کھینچے گئے، زندۂ جاوید ہوئے
اس رہ و رسم میں تیری ہی رضا ہو جیسے

کیا بتائیں دلِ بے تاب کی حالت خاور
ہمتِ صبر یہاں، صبر رُبا ہو جیسے

—۲—

جو بات وقتِ بے خودی الہام ہو گئی
ہوش و خرد کے روبرو الزام ہو گئی

وہ آرزو کہ دل میں سما کر سمٹ گئی
پھیلی تو کائنات میں بدنام ہو گئی

روزِ ازل جو میں نے امانت قبول کی
ارشادِ "ظلوم و جہول" پر انعام ہو گئی

اللہ رے اِنتہائے محبت کا یہ مقام
کُل نقدِ جسم و جاں ترے نام ہو گئی

جز ذاتِ دوست کوئی بھی حاجت نہیں رہی
اب ذاتِ دوست زیست کا انجام ہو گئی

جود و کرم اور عفو پہ قربان جائیے
رحمت جو آئی جوش میں تو عام ہو گئی

منزل ابھی ہے دور تو رہ بھی ہے پر خطر
راہرو! قدم کو تیز کر کہ شام ہو گئی

اے ربِ ذوالجلال والاکرام المدد!
ہمت جواب دے گئی، ناکام ہو گئی

خاور بہ تصورِ دوست، عروجِ تخیلات
ہر سوچ گویا کشف اور الہام ہو گئی

—:۳۳:—

آ غمِ یار ذرا عشق کے ماروں سے ملیں — علم و عرفان کے مضبوط سہاروں سے ملیں
ہر کھنکتے ہوئے ساغر میں چراغاں کردو — کہ یہ محرومِ تمنا ماہ پاروں سے ملیں
تیرے رخسار کی گرمی، میرے ہونٹوں کی تپش — پھول کھل جائیں شرارے جو شراروں سے ملیں
ہر کلی تیرے تبسم کی قسم کھاتی ہے — موسمِ گل ہے چلے آؤ بہاروں سے ملیں
تابِ گفتار نہیں دید کا یارا بھی نہیں — اب یہ سوچا ہے تصور کے سہاروں سے ملیں
جذب و مستی میں رگِ جاں کو نہ چھیڑو ہمدم — یہ وہ نغمے ہیں جو قلب کے تاروں سے ملیں
اپنی تہذیب سے بیزار ہیں یورپ کے پرستار — یہ وہ قدریں ہیں جو ذلت کے کناروں سے ملیں
ہے فقط مسلکِ اسلاف میں ملت کا فروغ — وہ تقاضے کہ مشیت کے اشاروں سے ملیں
یہ عملِ نہیں بلکہ ہے حقیقت یارو! — علم وہ ہیں کہ جو قرآن کے پاروں سے ملیں
معجزہ ہے نبوت کا، یہ دلیوں کا مقام — آؤ کونین کے ان راج دلاروں سے ملیں

سجدہ و ذکر سے خاور ہیں وہ چہرے روشن
کہ دمکتے ہوئے چاند ستاروں سے ملیں

—:۳۴:—

جو تیرا غم نہ ہو تو ہم نہ ہوں گے — زمانے بھر کے گویا غم نہ ہوں گے
تیری محفل سے اٹھ کر جانے والے — وہ کوئی اور ہوں گے ہم نہ ہوں گے
چراغِ زخمِ دل جلتے رہیں گے — بشرطِ زندگی مدہم نہ ہوں گے
حوادث، اتفاقات زمانہ — نہیں ہوں گے تو گویا ہم نہ ہوں گے
ہے سوز و ساز ہستی بے حقیقت — جو نغمے دل کے زیر و بم نہ ہوں گے
سکونِ دل میسر کیسے ہوگا — اگر دیدہ و دل پرنم نہ ہوں گے
علاجِ درد کیسے ہوسکے گا — دلوں کے فاصلے گر کم نہ ہوں گے
کہاں کی دوستی، کیسی مروت — اگر یہ شرط ہے باہم نہ ہوں گے

محبت کاروباری بن نہ جائے
مگر محفل میں خاور ہم نہ ہوں گے

—:۵:—

بصد انداز و محویت ہوں بزمِ یار میں رقصاں
خدائی وجد میں ہے اور میں دیدار میں رقصاں

ذرا یہ انتہائے جذب کی کیفیتیں دیکھو
ہوں شانِ انکساری سے حریمِ یار میں رقصاں

یہ کیسا انقلاب آیا' یہ کیسا اب مقام آیا
میں چشمِ یار کی شہ پہ بھرے دربار میں رقصاں

خدا جانے فنا کی ہے' یہ منزل یا بقا یارو
کہ ہر سو یار ہے میں جلوہ ہائے یار میں رقصاں

چراغِ حسن سے کرلے تلاشِ عاشقِ صادق
خریداروں کے جمگھٹ میں ہوں میں بازار میں رقصاں

جنوں کے حوصلے پہ ہے خرد کی مصلحت حیراں
کہ ہے یہ آتشِ نمرود کے گلزار میں رقصاں

چمن کی بے ثباتی پہ کلی کی آنکھ کے آنسو
نگاہوں سے تو پوشیدہ رگِ ہر خار میں رقصاں

زمانے بھر کے واعظ شوخیٔ گفتار پہ نازاں
مگر اک میں کہ خاور! مستیٔ کردار میں رقصاں

—:۶:—

غموں کے نوحے مسرت میں راس آتے ہیں
کہ گل کو کھینچیں تو کانٹے بھی پاس آتے ہیں

غمِ حبیب! یہ کم ہے علاجِ تنہائی!
خیال و خواب میں ہنگام یاس آتے ہیں

بھلا بتاؤ اندھیروں میں رہنے والوں کو
یہ نُور نُور اجالے بھی راس آتے ہیں ؟

عروسِ دنیا کی ہر ہر ادا کے شیدائی
قدم قدم پہ ہمیشہ اداس آتے ہیں

ہمیں نہ چھیڑیئے خاور کہ دل پہ بار سا ہے
یہ ناز اہلِ طرب کو ہی راس آتے ہیں

—:۷:—

تمہاری بزم میں آنے کی بات کرتا ہوں
بُرا نہ مانو ٹھکانے کی بات کرتا ہوں

ہوا تھا ختم جہاں پر فسانۂ ہستی
وہیں سے بات بڑھانے کی بات کرتا ہوں

یہ آپ بیتی ہے لیکن بہ گفتۂ دِگراں
بڑے ادب سے سنانے کی بات کرتا ہوں

خلافِ خاطرِ نازک بھلا مجال مری
حضور! میں تو زمانے کی بات کرتا ہوں

یہ حسنِ ظن ہے یا خود کو فریب دیتا ہوں
جو آپ کو یوں منانے کی بات کرتا ہوں

یہ اتفاق کہ ہوں جن کے فیض سے مجروح
اُنہیں کو زخم دکھانے کی بات کرتا ہوں

یہاں تو ہر سُو سرِ شام ہی اندھیرا ہے
دلوں کی جوت جگانے کی بات کرتا ہوں

وہ نظم و ضبط و مروّت وہ خلق وہ کردار
یہ کس عجیب زمانے کی بات کرتا ہوں؟

زمانہ بھر اسی خاطر ہے درپۓ آزار
زمانے بھر کو منانے کی بات کرتا ہوں

غریبِ شہر ہوں خاورؔ! وطن کی گلیوں میں
کہ ہوں دِوانہ، ٹھکانے کی بات کرتا ہوں

—:۸:—

بے جھجک آؤ اور آوازِ صلا تیز کرو
ناز و انداز سے رفتارِ قضا تیز کرو

زلف بکھراؤ کہ شرمائے اندھیرا شب کا
پیچ و خم کھول دو، رحمت کی ہوا تیز کرو

سرخیء خونِ شہیداں بھی تو بڑھ جائے گی
شوخ رخسار کرو، رنگِ حنا تیز کرو

پھر دکھا دو وہی اعجاز مسیحائی کے
قُم باذنی کی وہی شوخ نوا تیز کرو

حل نکل آئے گا اِس دردِ محبت کا ضرور
کچھ رُخِ صبحِ تجلّی کی ضیاء تیز کرو

گردشِ جام کی تاثیر سے بیتاب ہے دل
جنبشِ مست نگہ کچھ تو ذرا تیز کرو

اور کچھ رنگ نکھر آئے رہ و رسمِ وفا
گرمیِ جذبۂ اربابِ وفا تیز کرو

تھک کے ہر گام پہ رہ جائیں گے خود اہلِ ہوس
سختیِ دار و رسن تیغِ قضا تیز کرو

ہے یہی اہلِ وفا ناز اٹھانے کا شعور
شکوۂ یار نہ ہو شوقِ رضا تیز کرو

کیا عجب ہے کہ اِن آہوں میں اثر ہو پیدا
از پئے حسنِ طلب آہِ رسا تیز کرو

نغمۂ سوز کی لے ٹوٹ نہ جائے خاور
سازِ ہر تارِ رگِ جاں کا ذرا تیز کرو

—۹—

نشاطِ زیست سے دامن بچا بچا کے چلے
غمِ جنونِ محبت چھپا چھپا کے چلے

گراں بہاں تھا نفس پر سبک سبک سمجھے
قدم قدم پہ دل و جاں لٹا لٹا کے چلے

رہِ طلب میں ہمیشہ ہے دار کا موسم
قدم بڑھائے سروں کو جھکا جھکا کے چلے

خطر پسند دلوں کو سکوں سے کیا رغبت
ہر ایک گام پہ فتنے جگا جگا کے چلے

یہ شانِ اہلِ جنوں ہے کہ وسعتِ عالم
ہر ایک گوشہء دل میں سما سما کے چلے

نشاطِ گل میں بھی پنہاں ہے خار کی سوزش
گلوں کے دوش پہ کانٹے سجا سجا کے چلے

خزاں نصیب ہیں یارو! شگفتگی دیکھو
چمن چمن میں بہاریں لٹا لٹا کے چلے

بہ فیضِ طبعِ رسا ہیں یہ ولولے تازہ
تخیلات میں طوفاں اٹھا اٹھا کے چلے

وقارِ عشق پہ خاورؔ مبادا آنچ آئے
قضا کی آنکھوں سے آنکھیں لڑا لڑا کے چلے

—۱۰—

کس ادا سے حیات بڑھتی ہے
رات گھٹتی ہے بات بڑھتی ہے

اب لٹا دیجئے دولتِ جلوہ
دیر ہو تو زکوٰۃ بڑھتی ہے

چند موہوم سے اشاروں میں
شوخیٔ التفات بڑھتی ہے

عشق میں کوئی ذات پات نہیں
مٹ کے ہستی کی ذات بڑھتی ہے

کتنی احسان نا شناسی ہے
چشم پوشی سے بات بڑھتی ہے

ہر خطا پر اے لذتِ عصیاں
آرزوئے نجات بڑھتی ہے

کس قدر دل فریب ہے دنیا
حرص یاں تا وفات بڑھتی ہے

مرضیٔ یار میں فنا ہو کر
اہلِ دل کی حیات بڑھتی ہے

شرط ہے احتیاطِ اہلِ وفا!
سہو ہو تو صلات بڑھتی ہے

کس فروغ و فراغ سے خاورؔ
اب خموشی میں بات بڑھتی ہے

—:۱۱:—

تکلف سے حجابوں کو بڑی ہی ٹھیس لگتی ہے
کہ ہم سے باریابوں کو بڑی ہی ٹھیس لگتی ہے

چھلکنے کو ہیں گر یہ مدھ بھرے نیناں چھلکنے دو
کہ مے خانے کے بابوں کو بڑی ہی ٹھیس لگتی ہے

محبت دھیرے دھیرے جب اثر انداز ہوتی ہے
ہوس کے کچھ ربابوں کو بڑی ہی ٹھیس لگتی ہے

وہ جب بھی سامنے آتے ہیں خود کو بھول جاتا ہوں
تمنا کے سرابوں کو بڑی ہی ٹھیس لگتی ہے

تقاضا حسن کا ہے آن افزونی فراوانی!
خرد کے با حجابوں کو بڑی ہی ٹھیس لگتی ہے

وہ آئیں یا نہ آئیں، ان کی مرضی ہی سہی لیکن
خیالوں اور خوابوں کو بڑی ہی ٹھیس لگتی ہے

نہ الجھو درس گاہِ عشق کے آشفتہ حالوں سے
محبت کے نصابوں کو بڑی ہی ٹھیس لگتی ہے

یہ دھرتی جب اگل دیتی ہے پوشیدہ خزانوں کو
تو دیرینہ خرابوں کو بڑی ہی ٹھیس لگتی ہے

شکستہ دل کے ریزوں کو حقارت سے نہ ٹھکراؤ
کہ ہم عرفاں مآبوں کو بڑی ہی ٹھیس لگتی ہے

غمِ دوراں، غمِ جاناں کو خاور چھیڑ دیتا ہے
تو ہم خانہ خرابوں کو بڑی ہی ٹھیس لگتی ہے

—:۱۲:—

ہم اگر اشکبار ہوتے ہیں — رونقِ بزمِ یار ہوتے ہیں
کیا ہمیں ہیں جو مسکرانے پر — طبعِ نازک پہ بار ہوتے ہیں
جانے کیوں آپ کے یہ لطف و کرم — ہم پہ ہی بار بار ہوتے ہیں

یہ جھجکنا، سمٹ سمٹ جانا
فاصلوں میں شمار ہوتے ہیں

مجھ کو تسکین آ ہی جائے گی
آپ کیوں بے قرار ہوتے ہیں؟

صرف اہلِ جنوں کے ہنگامے
ہر خزاں میں بہار ہوتے ہیں

ہم نہیں اِس جہان کے باسی
ہم غریب الدیار ہوتے ہیں

کیا ہوا پُرخطر ہے گر منزل
حوصلے بُردبار ہوتے ہیں

دل کے اجڑے ہوئے خرابوں میں
گوہر شاہوار ہوتے ہیں

زندگی کے ہر ایک سنگم پر
حادثے بے شمار ہوتے ہیں

تیرے کون و مکان کے پابند
کتنے با اختیار ہوتے ہیں

کس کا یارو ہم اعتبار کریں
لوگ بے اعتبار ہوتے ہیں

زخم پر زخم کھانے والے بھی
کس قدر وضع دار ہوتے ہیں

زندگی بھر گریز کرتے رہے
موت پر غم گسار ہوتے ہیں

بعض اوقات، پھول بھی خاور!
سنگ بنتے ہیں، خار ہوتے ہیں

—۱۳—

جنونِ عشق و محبت کے داغ جلتے ہیں
ترے کرم سے یہ سارے چراغ جلتے ہیں

قدم قدم پہ ہے دعوت جو دیدہ و دل کو
برائے حسنِ طلب یہ سراغ جلتے ہیں

حریمِ حسن میں واللہ یہ عشق کی سوزش
ایاغ دل کے برنگ چراغ جلتے ہیں

کبھی تو میری وفائیں بھی رنگ لائیں گی
کہ میرے اشکوں کے خوں میں ایاغ جلتے ہیں

سکونِ قلب کی دولت انہیں ہی ملتی ہے
جو تیرے عشق میں عالی دماغ جلتے ہیں

رہِ طلب میں تو خود ہی نشان ملتے ہیں
نقوشِ پا کے ہی گویا یہ داغ جلتے ہیں

یہ ارضِ پاکِ مدینہ یہ آستاں واللہ!
اِسی کے فیض سے دل کے چراغ جلتے ہیں

اِسی بدولت خدا کا سراغ ملتا ہے
اِسی بدولت تمنا کے داغ جلتے ہیں

گنہ کے بوجھ سے گھبرا رہے ہو کیوں خاور؟
کہ رحمتوں کے یہاں پر چراغ جلتے ہیں

–:۱۴:–

بقدرِ ذوق دلوں میں چبھن بڑھا دوں گا — طلب کی راہوں کی ہر اک چبھن بڑھا دوں گا
کوئی تو بات ہی کر لو، مگر ذرا ٹھہرو! — میں ہوں فسردہ تمہاری گھٹن بڑھا دوں گا
ہے جستجوئے مسلسل ہی زندگی کی دلیل — دلِ فسردہ نہ گھبرا لگن بڑھا دوں گا
یہاں پہ سست روی کی نہیں ہے گنجائش — قدم بڑھاؤ وگرنہ تھکن بڑھا دوں گا
ہوا خلوص و وفا کا جو امتحاں مقصود — تو سر پہ تختیِ دار و رسن بڑھا دوں گا
ہر ایک بات پہ بڑھتی ہے تشنگیءِ سخن — اسی بہانے ہی ذوقِ سخن بڑھا دوں گا
ذرا سا نقشِ تصوّر میں رنگ بھرنے دے — خیالِ یار ترا بانکپن بڑھا دوں گا
اگر ملا کوئی محفل میں خوشہ چینِ حجاز — تو اُس کی سمت یہ شمعِ سخن بڑھا دوں گا

نہ ماسکو سے نہ لندن سے واسطہ خاور
حرم کے فیض سے رنگِ چمن بڑھا دوں گا

–:۱۵:–

آزمانے کی بات کرتے ہو — یا ستانے کی بات کرتے ہو
حالِ دل پوچھتے ہو ہنس ہنس کر — کیوں رلانے کی بات کرتے ہو
غم گساری تو اک بہانہ ہے — غم بڑھانے کی بات کرتے ہو
خود جلا کر میرے نشیمن کو — اب بچانے کی بات کرتے ہو
جانے کیوں لگ رہا ہے یوں جیسے — کچھ چھپانے کی بات کرتے ہو
کیا یہ سچ ہے کہ اس دوانے سے — روٹھ جانے کی بات کرتے ہو
کون آیا تھا کس کے پاس آیا؟ — کس کے آنے کی بات کرتے ہو
زندگی میں نہ حال تک پوچھا — اب منانے کی بات کرتے ہو
سانس کا سلسلہ رہے نہ رہے — لوٹ جانے کی بات کرتے ہو
زندگی سوز و ساز ہے اور تم — مسکرانے کی بات کرتے ہو

وہ زمانہ گزر گیا خاور
جس زمانے کی بات کرتے ہو

—۱۶—

آپ اپنے رقیب ہوتے ہیں
لوگ کتنے عجیب ہوتے ہیں

سیم و زر کو سمیٹنے والے
فی زمانہ نجیب ہوتے ہیں

بہرِ فیضِ نظر ادب لازم
بے ادب بے نصیب ہوتے ہیں

ہوش سے بیٹھ اہلِ دل کے حضور
ہر گماں کے حسیب ہوتے ہیں

گل شدہ شمعِ دل جلانے کو
میرے کتنے قریب ہوتے ہیں

تیرے قرب و وصال کے لمحے
کیا عجیب و غریب ہوتے ہیں

جتنے نازک ہوں مرحلے خاور
اس قدر ہی عجیب ہوتے ہیں

—۱۷—

ٹھہر جا محتسب دُردِ مے گلفام باقی ہے
ابھی میں آ نہیں سکتا ابھی کچھ کام باقی ہے

جہانِ رنگ و بو کی لذتوں میں کھو گیا ہوں میں
ترا پیغام دینا تھا ترا پیغام باقی ہے

ذرا ہمت کرو رندو کوئی حسرت نہ رہ جائے
ابھی کچھ اور پی لو زندگی کی شام باقی ہے

تری محفل میں رکنے کی نکل آئی ہے اک صورت
کہ ناکردہ گناہوں کا ابھی الزام باقی ہے

سن اے پیکِ اجل! وہ زندۂ جاوید ہستی ہوں
جو یاں سے چل بسا تو پھر بھی میرا نام باقی ہے

اسی اک شوخ کو ہی سامنے پاتا ہوں ہر لحظہ
مرے اس حال کی تاثیر کا انجام باقی ہے

ابھی رسمِ وفا پہ حرف کوئی آ نہیں سکتا
کہ دنیا جانتی ہے خاورِ بدنام باقی ہے

—۱۸—

کون سی آج ہم سے بھول ہوئی
جو اچانک دعا قبول ہوئی

مٹ کے ہستی کی خاک اڑ اڑ کر
تیرے نقشِ قدم کی دھول ہوئی

ان کہی بات بھی گراں گزری
بدگمانی یہ کیوں فضول ہوئی؟

رد ہوئی عرض، خار کہلائی
جو پسند آ گئی تو پھول ہوئی

سن کے میرا کلام غیروں سے
طبعِ نازک بڑی ملول ہوئی

جبر و تقدیر وہ حقیقت ہے
سعیِ انساں جہاں فضول ہوئی

حق پرستی، ادب، وفا خاور
زندگی بھر مرا اصول رہی

—۱۹—

تیری محفل میں جب بھی آئے ہیں   ایک ناچیز دل ہی لائے ہیں
کس طرح دور ہم سے وہ ہوں گے   ریشے ریشے میں جو سمائے ہیں
خوب تیرے حسیں تصور میں   حسرتوں کے نشاں مٹائے ہیں
اشک آنکھوں میں اور دل بیتاب   کس کی محفل سے لوگ آئے ہیں؟
ہر قدم پر وفا کی وادی میں   کیسے کیسے مقام آئے ہیں
دوستی کے حسین پردے میں   ہم نے یاروں سے زخم کھائے ہیں
آپ کی بس مزاج پرسی کو   بر سرِ رہ یہاں پہ آئے ہیں
کچھ تو کہئے، ہے کیا کمی ہم میں کہ   جو سمجھتے ہو ہم پرائے ہیں
چٹکلے مزاج سے خاور
فرض عشاق نے نبھائے ہیں

—۲۰—

مستقل غم سے مجھ کو رم کیوں ہو   دل جو بھر آئے آنکھ نم کیوں ہو؟
زندگی اضطراب و جہد طلب   دو گھڑی پھر سکوں بہم کیوں ہو؟
شاہ رگ سے قریب تر ہو اگر   دوریوں سے کرم و رحم کیوں ہو؟
نت نئی بڑھتی خواہشوں کے ہجوم!   دل میں شکلِ صنم صنم کیوں ہو؟
سن رہا ہوں بڑے تحمل سے   یہ مرا ماجرائے غم کیوں ہو؟
کیوں اٹھاتے ہو مجھ کو محفل سے؟   رونقِ بزمِ یار کم کیوں ہو؟
مجھ پہ مر مر کے جینے والوں کو   موت کا خوف و حزن و غم کیوں ہو؟
ہر مسلماں کے دل میں روحِ عرب   پھر یہ فرقِ عرب عجم کیوں ہو؟
شکلِ ذرہ جہاں بکفِ ہر خاورا
اب تمنائے جامِ جم کیوں ہو

—۲۱—

ہمیں بھی آج دیوانہ سرِ محفل بناتے ہیں | زہے قسمت کہ اپنے عشق کے قابل بناتے ہیں
الٰہی کون سی منزل ہے یہ راہِ محبت کی | کہ ذوقِ جستجو کو خوگرِ منزل بناتے ہیں
یہ تاثیرِ جنونِ عشق یا ذرّہ نوازی ہے | مری خاکِ پریشاں کو تڑپتا دل بناتے ہیں
عجب ہیں اہلِ دانش راہ و رسمِ کوئے جانبازاں | نشیمن پھونک کر پھر عشق کا حاصل بناتے ہیں
یہ دل ہوتا ہے جس دم بے نیازِ عالمِ امکاں | تو پھر جا کر تجلّی کا اسے حامل بناتے ہیں
ہم اِس دیوانگی، شوریدگی، وارفتگی کو بھی | حضوری میں مؤدب بر سرِ محفل بناتے ہیں

طبیعت آشنائے ورطۂ طوفاں کو اے خاور
کہاں اہلِ خطر آسودۂ ساحل بناتے ہیں!

—۲۲—

موجیں اچھل پڑی ہیں کناروں کے آس پاس | یا دل مچل گیا ہے اشاروں کے آس پاس
مانا خزاں نصیب سہی، پھر بھی باغباں! | کلیاں چٹک گئی ہیں بہاروں کے آس پاس
شاید یہ اِذنِ دوست ہے ہنگامِ بے خودی | بے خود تڑپ اٹھا ہے اشاروں کے آس پاس
للہ بچشمِ لطفِ عنایت ہو قربِ خاص | بیٹھا ہوں تیری راہ گزاروں کے آس پاس
مل جائے تابِ دید بھی شاید بہ اِذنِ یار | ہوں محوِ انتظار اشاروں کے آس پاس
یا رب یہ کس کے دستِ کرامت کا فیض ہے؟ | تھکے اچھل پڑے ہیں جو ہاروں کے آس پاس
قائم نظامِ ہست محمدؐ کے دم سے ہے | رقصاں ہے کائنات اشاروں کے آس پاس
لاکھوں درود تم پہ شہیدانِ کربلا! | زندہ ہے دین عشق کے ماروں کے آس پاس
سیارگانِ برجِ نبوت ہیں اولیاء | طے کر رہ سلوک ستاروں کے آس پاس
نسبت مجھے شہاب(۱) و قلندر علیؒ(۲) سے ہے | صد شکر میں ہوں اِن کے سہاروں کے آس پاس

خاور رضائے دوست میں تکمیلِ آرزو
خود کو مٹا دے اس کے اشاروں کے آس پاس

---

(۱) حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی بغدادیؒ۔ (۲) راقم الحروف کے پیر و مرشد

—۲۳—

جھپک کے آنکھ ملاؤ، بڑے اداس ہیں ہم
قضا کی شان بڑھاؤ، بڑے اداس ہیں ہم

جنونِ شوق کو کچھ اور تیز ہونے دو
حجاب سارے اٹھاؤ، بڑے اداس ہیں ہم

ہمارے عشق و وفا کا یہی تقاضا ہے
تجلیات گراؤ، بڑے اداس ہیں ہم

حریم شوق میں رونق تمہارے دم سے ہے
دلِ فسردہ لبھاؤ، بڑے اداس ہیں ہم

بڑھاؤ دست و دامن کہ ہم لپٹ جائیں
بڑھاؤ ہاتھ بڑھاؤ، بڑے اداس ہیں ہم

ترے کرم کا سہارا لئے ترے در پہ
پڑے ہیں کب سے اٹھاؤ، بڑے اداس ہیں ہم

تمہارا در ہے حصول و وصول کی منزل
کبھی نہ یاں سے ہٹاؤ، بڑے اداس ہیں ہم

سما گئے ہو رگ و پے میں روح کی مانند
ہمیں بس اپنا بناؤ، بڑے اداس ہیں ہم

یہ اپنا حسنِ حقیقت، یہ دولتِ باقی
زقربِ خاص لٹاؤ، بڑے اداس ہیں ہم

تڑپ رہے ہیں جبینِ نیاز میں سجدے
ہمارے سامنے آؤ، بڑے اداس ہیں ہم

جمال و حسنِ ازل کا فسانۂ دلکش
پھر ایک بار سناؤ، بڑے اداس ہیں ہم

کہانی عشق کی سننے میں کیا قباحت ہے؟
ہنسی ہی [illegible] اڑاؤ، بڑے اداس ہیں ہم

بڑے اداس ہو خاور، بڑے ہی افسردہ
ہمیں بھی راز بتاؤ، بڑے اداس ہیں ہم

—۲۴—

جو تیری نظر کی ادا جانتے ہیں
وہی سوزِ غم کا مزا جانتے ہیں

غمِ دو جہاں ہیچ ان کی نظر میں
غمِ یار کا جو مزا جانتے ہیں

وفا کے کوئی ہم سے انداز سیکھے
ہمیں ہیں کہ رسمِ وفا جانتے ہیں

نہ کوئی گلہ اور شکایت نہ شکوہ
ہر اک حال کو ہم عطا جانتے ہیں

ہمیشہ وہی ڈوب جاتے ہیں یارو!
کہ جو ناخدا کو خدا جانتے ہیں

تبسم ہے آئینہ دارِ تکلم
ہم اِن مرحلوں کی ادا جانتے ہیں

کوئی بے نیازی سی ہے بے نیازی
مگر لوگ اس کو حیا جانتے ہیں

بقا بالفنا ہیں، فنا فی البقا ہیں
کہ خاور رضائے نگہ جانتے ہیں

—:۳۵:—

دل کو تڑپ کا تحفۂ نایاب دے گئے
آنکھوں کو اذنِ گریۂ خوں تاب دے گئے

قابل تو اُن کے تھا نہیں یہ قلبِ مضطرب
خواب و خیال، دیدۂ بے خواب دے گئے

سیلابِ اشک گرچہ اُمڈنا ہی چاہیے تھا
لیکن رضائے بندشِ سیلاب دے گئے

ساحل نشین تھا مگر حیرانگی ہے یہ
وارفتگی کا خبط جو گرداب دے گئے

محوِ خرام تھا تو رموزِ سرور و جذب
حیرت کے بحرِ وصل کے غرقاب دے گئے

مُلّا پہ التفات نہ کی، اِک پیامِ خاص
درپردہ مجھ کو منبر و محراب دے گئے

خاور بتاؤ کہ جاتے ہوئے صاحبانِ دل
کس بخت ور کو عشق کا زہر آب دے گئے؟

—:۳۶:—

دل ترے شہر کی ہوا مانگے
بہرِ عرض و طلب ادا مانگے

چشمِ حیراں بصر، بصیرت کا
سرمہ اُس در کی خاک کا مانگے

جذبۂ ذوق و شوق کی شدت
دلِ بیدار، چشمِ وا مانگے

تیرا درویش، زادِ راہ کے لئے
اک تبسم کا آسرا مانگے

حسن جب بے نیاز و خودبیں ہے
کوئی مانگے بھلا تو کیا مانگے

لذتِ درد ہی مداوا ہے
زخم کیوں کر کوئی دوا مانگے؟

زندگی کا کوئی بھروسہ ہے؟
عشق پھر بھی مگر بقا مانگے

جس کو جینے کا ڈھب نہیں آتا
مر کے جینے کا وہ پتا مانگے

خاکِ ہستی، لحد سے اُڑ اُڑ کر
تیری راہوں کی خاکِ پا مانگے

لب پہ کوئی دعا نہیں آتی
دل تیرے وصل کی دعا مانگے

اُف یہ خاور، یہ بے سوال فقیر
کچھ نہ مانگے مگر خدا مانگے

—:۴۷:—

کبھی تو میری وفاؤں کا اعتبار کرو
ابھی کچھ اور ذرا دل کو بے قرار کرو

نسیمِ صبح پریشاں ہے گل گریباں چاک
مزاجِ صحنِ گلستاں تو سازگار کرو

چمن میں سیر کو آؤ فضا کو مست کرو
ہنسا کے غنچوں کو شبنم کو اشکبار کرو

ہمارا جوشِ جنوں اور تیز ہو جائے
دلوں میں نور بھرو تزئین نو بہار کرو

جنوں میں جیب و گریباں کا فاصلہ کیسا
جنوں میں جیب و گریباں کو تار تار کرو

ہمارے عشق و وفا پر خلوص ہے شاہد
ہمارا عشق ہے کامل یہ اعتبار کرو

ہزار نغمے ہیں پوشیدہ دل کی دھڑکن میں
اگر ہو تیز جو دھڑکن تو انتظار کرو

مٹا دو ہستی مری یوں انانیت نہ رہے
حیاتِ تیرہ بایں رنگ تابدار کرو

ہمیں تو راس نہ آیا مزاجِ سلطانی
ہمیں [redacted] پہ راز کسی کے آشکار کرو

ہمیں [redacted] سے سنتِ منصور و قیس زندہ ہے
دلوں پہ برق گراؤ نگہ کا وار کرو

رہینِ منتِ ساغر ہو کیوں ترا میکش
پلا کے نین سے خاور کو مے گسار کرو

—:۴۸:—

کس نے [redacted] کھولا بند قبا؟
کون و مکاں میں حشر بپا

آنچل ڈھلکا سینہ کھلا
اف یہ قیامت اف یہ ادا

زلف جو بکھری چھائی گھٹا
بھیگا موسم ٹھنڈی ہوا

چہرے سے جب پردہ ہٹا
سارا عالم جگ مگ ہوا

نیچے نین اور مست نگہ
جس کو کہیں ہم تیغ قضا

شاید یہی ہے رسم وفا
خون ہے عشاق بہا

گلشن مہکا مست صبا
جھوم رہی ہے ساری فضا

آنکھ میں نم ہے شبنم سا
آئی ہنسی تو غنچے وا

خاور میرا بخت رسا
آپ نگاہ سرمہ سا

—۳۹—

دلِ بے تاب تڑپنے کا بہانہ ڈھونڈے
طبعِ بے خام سنبھلنے کا بہانہ ڈھونڈے

لذّتِ درد و الم اور نکھرنا چاہے
ہر خلش اور مچلنے کا بہانہ ڈھونڈے

یہی اے دوریٔ منزل ہے رسائی تیری
غمِ منزل کے کھٹکنے کا بہانہ ڈھونڈے

کس کے پرتو کا اثر ہے کہ یہ خاکی ذرہ
مثلِ خورشید چمکنے کا بہانہ ڈھونڈے

ذوقِ سجدہ کہ ہے جو نقشِ جبیں میں مضمر
اس کا ہر رنگ نکھرنے کا بہانہ ڈھونڈے

اُن کے ہی حسنِ توجہ سے ہے جینے کا مزا
غمِ دنیا تو بھٹکنے کا بہانہ ڈھونڈے

یار تو یار ہے لیکن یہ مناسب ہے کہ دل
وہمِ ہستی سے نکلنے کا بہانہ ڈھونڈے

لطفِ نیرنگیٔ موسم بھی اُنھی کی ہے عطا
ورنہ ہر رُت نہ بدلنے کا بہانہ ڈھونڈے

وقت کی بات ہے اخلاص و مروت مفقود
ہر کوئی ہاتھ جھٹکنے کا بہانہ ڈھونڈے

خواہشِ گل بھی عجب ہے کہ بکھرنے ہی کے سنگ
پتیوں کے مسلنے کا بہانہ ڈھونڈے

طفلِ مکتب تو ہیں علم کی وسعت کے حضور
پہ نفس وار اچھلنے کا بہانہ ڈھونڈے

حرمتِ حسن پہ مرنا نہیں آساں خاور
جذبۂ عشق ہی مرنے کا بہانہ ڈھونڈے

درد وفا

—:۱:—

فرار

کیا سادہ و خوش فہم نہیں خاورِ ناداں؟ — اِس دور میں بھی وحدتِ ملّت کا ہے قائل
یاروں کو تو محبوب ہیں یورپ کے کرشمے — اور حسنِ طبیعت بتِ افرنگ پہ مائل
مجھ سے ہیں بغل گیر، مگر دردِ جدائی — دل سے کسی طور بھی ہوتا نہیں زائل
آغوشِ رقیباں کی یہ گرمی کا ہے اعجاز — احباب کے اخلاص کے ہرگز نہیں قائل
تکیہ ہے فقط غیر پہ، اپنوں سے ہیں بدظن — رکھتے ہیں درِ غیر پہ اب کاسۂ سائل
اک فن کے سے انداز ہیں دریوزہ گری میں — آواز کی اس لوچ پہ شرمائے ہے پائل
یوں محو ہوئے دیر و کلیسا کی سُروں میں — تکبیر بھی ہو حسنِ سماعت میں نہ حائل
آئینِ خدا، سنتِ نبوی سے ہیں بیزار — ہر حال میں خوشنودیٔ اغیار کے قائل
یوں گرمیٔ گفتار میں جذبات سے مغلوب — فرسودہ و پایاب ہیں بے نقط دلائل
ہر صورتِ تعمیر نشیمن سے گریزاں — تجویز ہو معقول بھی ہوتے نہیں قائل
ہر کوششِ مخلص کے سبوتاژ کے درپے — تحریکِ اخوت کی ہر اک راہ میں حائل
اس کشت و خیابان کا اللہ نگہباں! — برباد جسے کرنے پہ دہقان ہو مائل

اب زہرِ ہلاہل کا وہی لائیں گے تریاق
ساحر کہ جو افرنگ کے افسوں سے گھائل

—:۲:—

ہزار امیدیں لئے آستاں پہ بیٹھے ہیں — یہیں سے ملنا ہے سب کچھ جہاں پہ بیٹھے ہیں
ترے کرم سے جنہیں یاد ہے ازل کا عہد — وہ خوش نصیب ترے آستاں پہ بیٹھے ہیں
تمھیں سے قیدِ زمان و مکاں سے ہیں آزاد — کبھی مکاں پہ کبھی لا مکاں پہ بیٹھے ہیں

ہوئے ہیں جب سے پرستارِ کافرِ افرنگ
لُٹا کے دانش و دیں آستاں پہ بیٹھے ہیں
خبر نہیں کہاں روشنیٔ طبع لے جائے
نئی ڈگر کے دمکتے نشاں پہ بیٹھے ہیں
انہیں نہ چھیڑ، ترقی پسند ہیں یہ لوگ
فسادِ قلب و نظر سے کہاں پہ بیٹھے ہیں!
کہاں یہ برقِ رہِ نو، کہاں وہ نورِ قدیم
بھٹک کے راہوں سے خاور! کہاں پہ بیٹھے ہیں

—۳—

میں سوچتا ہوں زمانہ کہے گا کیا یارو
کہ جس ڈگر پہ چلے ہیں بنے گا کیا یارو
گھٹی گھٹی سی محبت، دبی دبی سی امنگ
چراغِ ملت بجھا جلے گا کیا یارو
یہ بھانت بھانت کی بولی یہ طعن و طنز کا شور
جو کم نہ ہوگا تو کوئی سنے گا کیا یارو؟
جگر کے خون سے سینچا تھا جس خیاباں کو
اُسے اجاڑ کے ہم کو ملے گا کیا یارو؟
بہار سمجھے ہو جس کو، وہ ہے خزاں کا ظہور
شکست و ریخت میں گلشن کھلے گا کیا یارو
طرح طرح کے جو ہر اک نے گل کھلائے ہیں
اُجڑ گیا جو چمن ہی رہے گا کیا یارو
بتاؤ پوچھ کے خاور! یہ باغبانوں سے
شجر جو کٹ گیا جڑ سے پھلے گا کیا یارو؟

—۴—

سنگ پر سنگ جو کھائے ہیں تو حیرانی ہے
کتنی اس شہر کے داناؤں میں نادانی ہے
سادہ سے لوگ ہیں فوراً ہی بہل جاتے ہیں
اِن کی اِس خوبی پہ کتنی مجھے آسانی ہے
ہر زماں یوسفؑ و ہابیلؑ کے بھائی موجود
یہ علامت وہ حقیقت ہے کہ لافانی ہے
ہر قدم روپ نیا، برقِ تجلی بھی نئی
اِن کی یہ شکل بڑی دیر سے پہچانی ہے
عمر بھر جس کے تقدس کی قسم کھاتے رہے
رہزنوں سے ہی اُس شوخ کی تابانی ہے
شکن آلود جبینیں ہیں، فسردہ محفل
مجھ کو اس صورتِ حالات پہ حیرانی ہے
زندگی قرض ہے ایسا کہ چکانا ہوگا
بے سبب میرے مسیحا کو پریشانی ہے
گھر سے نکلے ہو تو منزل ہی پہ جا کر دم لو
ہر گھنی چھاؤں تلے رُکنے کی کیوں ٹھانی ہے؟
ایک ہنگامہ بپا ہے سرِ مقتل خاور!
کس کے الطاف و کرم کی یہ فراوانی ہے؟

—۵—

بے اختیار دل جو بھر آیا ہے دوستو! شاید مجھے کسی نے بلایا ہے دوستو!
پردے میں دوستی کے سیاست ہے جلوہ گر ہر اک قدم پہ زخم ہی کھایا ہے دوستو
یوں مسکراہٹوں کے نچھاور کئے ہیں پھول گویا مرا مذاق اڑایا ہے دوستو
اک یادگارِ عہدِ کہن بن گیا خلوص یوں کاروبارِ عشق سجایا ہے دوستو
کیا میں بدل گیا کہ زمانہ بدل گیا؟ دامن سبھی نے مجھ سے بچایا ہے دوستو
صوبوں کے درمیان تعصب خلافِ دیں غیروں نے گل یہ سارا کھلایا ہے دوستو
ایمان و عزم و نظم و توکل یگانگی دیں نے یہی علاج بتایا ہے دوستو
آؤ کہ دیس میں کریں روشن چراغِ دل ہر سمت ظلمتوں کا ہی سایہ ہے دوستو
خاور کا دم ہے آج غنیمت کہ دیس میں
دل کا چراغ اس نے جلایا ہے دوستو

—۶—

اے بندۂ سیم و زر، اے بردۂ سلطانی یہ دولتِ دنیا ہے اک خواہشِ نفسانی
دنیا کی محبت سے کر دل کو نہ آلودہ اللہ کے تعلق سے انسان ہے لافانی
جب فقر کی نعمت سے دل ہوتا ہے نورانی جلووں کی فراوانی، یکسوئی و حیرانی
کیا ہوش نہیں تجھ کو اے ننگِ مسلمانی! کیوں ملتِ بیضا کے ہے خون کی ارزانی
دشمن کے اشاروں پہ کیوں رقص کناں ہے تو؟ کچھ ہوش کے ناخن لے بن تابعِ رحمانی
یہ ملک ہے اللہ کا کر اس کی نگہبانی برباد نہ کر اس کو اے بندۂ نفسانی
خود بین ہیں نا اندیش، اغیار کے کاسہ لیس اک طائفۂ فرعونی، اک غولِ بیابانی
اس حالتِ ملت پر خوں ریز ہے دل اور آنکھ اپنوں سے تو بیگانہ، اغیار کی دیوانی
اے نورِ مجسم! آج ہم کو بھی عنایت کر صدیقؓ و فاروقؓ، کراریؓ و عثمانیؓ
حسنینؓ کے صدقے میں حکام ہوں وہ یا رب ہو جن کی امیری بھی فاروقیؓ و سلمانیؓ
اے عالمِ ظاہر بیں! خاور کے شناسائی
یا عالمِ ربانی یا عارفِ یزدانی

—:۷:—

فضا کچھ ایسی یہاں ساز گار ٹھہری ہے
بہار مثلِ خزاں سوگوار ٹھہری ہے

ذرا سی کوششِ امکاں کہ اختیار میں تھی
قضا و قدر میں بے اعتبار ٹھہری ہے

ستم ظریفی ہے یارو کہ ہر حدیث ضعیف
بڑے وثوق سے با اعتبار ٹھہری ہے

وہ بات جس کا نہ ہم سے کوئی تعلق تھا
وہ بات ان کے یہاں دل فگار ٹھہری ہے

ہر ایک جلوۂ نو پر نثار ہوتے رہے
یہ جاںنثاری بڑی جاں گسار ٹھہری ہے

خزاں نصیب ہیں یارو! ہمیں خبر کیا ہے
کہاں سے گزری کہاں پہ بہار ٹھہری ہے ؟

ہمارا بزم میں آنا خوشی کی بات تھی لیکن
وہ اور بات تھی جو شرم و عار ٹھہری ہے

شمار ان کے تلوّن کا گر نہیں ہوتا
تو یاں وفا بھی ورائے شمار ٹھہری ہے

وہی بنامِ شریعت فریب دیتے رہے
صنم پرستی کہ جن کا شعار ٹھہری ہے

ہمیں تو جوشِ جنوں میں ادب کا پاس رہا
یہ احتیاط وہاں ناگوار ٹھہری ہے

علاجِ درد کریں کیوں؟ سکون کیوں چاہیں
کہ بے قراری ہی خاورؔ قرار ٹھہری ہے

—:۸:—

کیا عنایت یہ ہم پہ کم ہوگی
دل جلیں گے اور آنکھ نم ہوگی

بڑھتا جائے گا اختلاجِ دل
پر نہ کوئی دوا بہم ہوگی

اب شہیدوں کی داستانِ حیات
خونِ ناحق سے ہی رقم ہوگی

شانِ مقتل بڑھاؤ' اہلِ وفا!
سر کٹیں گے' زباں قلم ہوگی

جام و مینا کے جرعے جرعے میں
شوخ رخساریٔ صنم ہوگی

غم گساری کے سرد پہلو میں
گرم گفتاریٔ ستم ہوگی

عین صحنِ چمن میں' اہلِ یقیں !
کیا پرستاری صنم ہوگی؟

صبح روشن کا انتظار کرو
ختم آخر شبِ الم ہوگی

پُر سکوں دور آئے گا خاورؔ!
جب محالِ قیام و رم ہوگی

—۹—

طور اپنا جفا پہ رکھتے ہیں — عذر میری وفا پہ رکھتے ہیں
فیض اپنی ادا کا ہے لیکن — حرف اہلِ نگہ پہ رکھتے ہیں
بات مہر و وفا کی کرتے ہیں — ہاتھ تیغِ سزا پہ رکھتے ہیں
کوئی ہم کو بھی اتنا بتلا دے — سوءِ ظن کس خطا پہ رکھتے ہیں؟
کیا اسی اِک خطا پہ ہیں برہم؟ — ہم بھروسہ خدا پہ رکھتے ہیں
ہاں! بتوں سے امید ہے اُن کو — جو یقیں ناخدا پہ رکھتے ہیں
ناخدا تو ڈبو ہی دیتے ہیں — وہ نگاہیں ہوا پہ رکھتے ہیں
یہ ہوا و ہوس ہے کیا؟ ہم تو — حال فقر و غنا پہ رکھتے ہیں

وہ ہیں درویشِ کج کلہ خاور!
دل کو راضی رضا پہ رکھتے ہیں

—۱۰—

قبائے زیست اتاری بڑے سکون سے سوئے — مرے مسیحا نفس جانے کس لئے روئے؟
غمِ جہاں کو غمِ جانِ جاں سے بہلا کر — عجب سکوں سے تہِ خاک تان کر سوئے
مرے کلام نے محفل میں کیا غضب ڈھایا — کئی حسین ہنسے تو بعض پھوٹ کر روئے
بڑے خلوص و عقیدت سے چارہ سازوں نے — کچھ آنسوؤں سے ہی میرے یہ زخمِ دل دھوئے
برائے سنّتِ منصورؒ و رسمِ شبیریؑ — بہ نوکِ تیغ و سنان دار پہ سوئے
چمن چمن میں جسے ٹوٹ ٹوٹ کر چاہا — روش روش پہ اسی گل نے خار ہی بوئے
وہ عرضِ صدق و عدالت پہ روٹھنے والے — نہ جانے کیوں سرِ محشر ہیں پھوٹ کر روئے؟
ستم ظریفی یہ کس کی ہے' یوں بھٹکتا ہوں — غریبِ شہر کوئی جیسے راستہ کھوئے

وہ کون لوگ تھے؟ منہ دیکھنے نہیں آئے
یہ کون لوگ ہیں خاور جو دور سے روئے؟

—۱۱—

بوالہوس کو منا کے رکھتے ہیں — اہل دل کو دبا کے رکھتے ہیں
اپنا جوبن ابھارنے کے لئے — خوب فتنے جگا کے رکھتے ہیں
حسنِ وعدہ کی میٹھی لوری سے — عاشقوں کو سلا کے رکھتے ہیں
باطنوں کا خدا ہی حافظ ہے — جسم ظاہر سجا کے رکھتے ہیں
شوخ غازے کی تہ میں چہرے کی — ہر حقیقت چھپا کے رکھتے ہیں

رقص و نغمہ کے شور سے خاور
رنگِ محفل جما کے رکھتے ہیں

—۱۲—

ایک ہنگامہ پہ ہنگامہ بپا تھا یارو — اور جی بھر کے جو روئے تھا سکوں سا یارو
کس طرح بزم میں رونے کے یہ عادی ہنستے — بن گئے اہلِ طرب میں بھی تماشا یارو
دوست جب ترکِ تعلق پہ اتر ہی آئے — ہم تو خاموش رہے گرچہ گلہ تھا یارو
خار پہ خار چبھے پیراہن چاک ہوا — شوقِ گل بوی تھا اک خونِ تمنا یارو
حالِ دل کس سے کہیں کس سے کوئی بات کریں؟ — ساری محفل میں نہیں کوئی شناسا یارو
رات بھر سو نہ سکے اور تھک کے چور ہوئے — اونگھ آئی تو موذن نے پکارا یارو
زندگی گھٹتی رہی حرص و ہوس بڑھتی رہی — عمر بھر ہو نہ سکا اس کا مداوا یارو
عین ساحل پہ جو پہنچے تو کنارا ٹوٹا — ڈوب جانے کا ملا خوب سہارا یارو

ہائے اس سوختہ ساماں کا بڑھاپا خاور
جس کا فرزندِ جواں موت نے چھینا یارو(۱)

---

(۱) راقم الحروف کو (بہ عمر اکتالیس سال) ۱۹۶۳ء میں اللہ تعالیٰ نے چار بیٹیوں کے بعد بیٹا عطا فرمایا۔ ۳۰ اپریل ۱۹۷۹ء کو بمقام لاہور موٹر سائیکل کے حادثہ میں بہ عمر سولہ سال جاں بحق ہو کر اس نے مجھ مردِ پیر کے بڑھاپے کی لاٹھی توڑ ڈالی۔ واللہ غالب علی امرہ۔ اس کی وفات پر یہ رباعی موزوں ہو گئی جو اس کی قبر پر کندہ کرا کر نصب کر دی گئی:-

ہم نے جب عہدِ جوانی میں قدم رکھا تھا — موت آئی کہ طلب تیرا وہ سر کرتے ہیں
مطمئن کر نہ سکے ہم کو مجازی جلوے — خوش رہو اہلِ جہاں ہم تو سفر کرتے ہیں

—۱۳—

"لب بند" آنکھ بند" کے آداب دے گئے
کیا نسخۂ اکسیر یہ ارباب دے گئے

میری متاعِ کل تھی فقط قلبِ ناتواں
چھینا بھی اور طعنۂ "بے آب" دے گئے

ہر چند اہلِ سیم سے ہم دور ہی رہے
حرص و ہوا کا پھر بھی وہ زہر آب دے گئے

طرہ گدائی کا مرے سر پہ سجا کے پھر
بہلا رہے ہیں ہم پہ سرخاب دے گئے

سوء ادب ہے گر کہوں' وعدہ تسلیاں
ہیں خواب وہ تو خواب کے آداب دے گئے

چوکس اگرچہ تھے نہیں' بیدار تھے ضرور
وہ کوتوال شہر کو مضراب دے گئے

مانا کہ حفظ شہر کا ہرگز نہ تھا خیال
اندھیر ہے کہ حلقۂ گرداب دے گئے

کیا قہر ہے کہ شہر میں ہر سو لگی تھی آگ
اور آپ مجھ کو مژدۂ احباب دے گئے

ضد اور انا کے خبط میں صد حیف چارہ گر
محرومیِ علاج کے اسباب دے گئے

واحسرتا کہ جن سے تھی ہم کو امید خیر
وقت نزع وہ خندۂ زہر آب دے گئے

خاور کرو نہ اپنی حیثیت سے بڑھ کے بات
پیغام مجھ کو آپ کے اصحاب دے گئے

تلخ نوا

—:۱:—

ظلِ نمرود کہ چنگیز نما ہو جیسے — ناخدا خود کو سمجھتا ہے خدا ہو جیسے
خود پرستی و خود آرائی کا رِستا ناسور — جسدِ ملت کے لئے کرب و بلا ہو جیسے
آج انسان ہے انسان کے ہاتھوں مجبور — گویا اس دور میں جینا بھی خطا ہو جیسے
امرِ معروف کہاں عدل و احسان کہاں — زہر محکوم کو ملتا ہے دوا ہو جیسے
ہے غضب یار بھی ہے یار پہ شاکی یارو! — یہی اخلاص و مروت کا صلہ ہو جیسے
اس نئے دور میں آئینِ پیمبرؐ ہم نے — یوں پرے پھینکا ہے بوسیدہ قبا ہو جیسے

اف یہ بے چارگیِ ملتِ بیضا خاور
ٹمٹماتا کسی مفلس کا دیا ہو جیسے

—:۲:—

یہ داستانِ عشق نہ کیسے کوئی پہچانے — زمانے بھر کی زباں پر ہیں میرے افسانے
عجیب انجمن ہے انجامِ کار کیا ہوگا — ہر ایک فرد نے اپنے فرائض اگر نہ پہچانے
مرے عزیزو! یہ کس شوخ کا کرشمہ ہے — کہ خول چہرہ بنا ہے تو ہاتھ دستانے
خوشا یہ وقت کہ زرّیں دور کہلایا — کہ چپ ہیں سارے عنادل نگُوں ہیں پروانے
تمام بزم فسردہ خموش پیرِ مغاں — کہ سرنگوں ہیں سبو اور شکستہ پیمانے
خیالِ حرمتِ کشت و چمن کسی کو نہیں — بجے ہیں دمبہ خرابے تو شہر ویرانے
یہ حبِّ دولتِ دنیا یہ مذہبی تفریق — بنی ہے غارتِ ملی ارے او دیوانے!
شعورِ ملتِ بیضا عطا ہو ربِّ کریم! — سمجھ رہے ہیں ہم اپنوں کو آج بیگانے

ترے گداز و جنوں کی حقیقتیں خاور
سمجھ سکا نہ میں بھی، نہ تو کبھی جانے

—:۳۰:—

قدم قدم پہ اندھیرا، ہر آس ڈگمگاتی ہے
نہ روشنی کی کرن، نہ ہوا ہی سنسناتی ہے

عجیب موسم و ماحول میرے آنگن کا
گھٹے ہے حبس میں دم تو لو جلاتی ہے

نگاہ اٹھتی ہے ہر آن جانبِ افرنگ
وہی گھٹا میرے ساقی کو راس آتی ہے

وہیں وہ بادۂ عرفاں، وہیں کلیدِ عروج
جو تشنہ کام و دہن کو وہاں بلاتی ہے

نگاہِ ساقی ہے محدود خاص رندوں تک
تو مسکرا کے مرا خوں مجھے پلاتی ہے

مچی ہے صحنِ گلستاں میں لوٹ کچھ ایسی
کہ یادِ چنگیز و فرعوں مجھے ستاتی ہے

پرائی مے کے وہ بے دریغ جام ادھار
کہ فاقہ مست غریبوں کو غیرت آتی ہے

ادھار لیتے ہیں اس کا بیاج دینے کو
یہی ادا ہے جو میرے صنم کو بھاتی ہے

جو رکھی نبض پہ انگلی کہا "اے خاورِ بیمار!"
دوا وہ لو کہ جو دل کا مرض بڑھاتی ہے

—:۳۱:—

اف یہ چشمِ کرم مشیروں کی
خلق آئی ہے زد میں تیروں کی

جاں نکلتی نہیں کسی صورت
لائے پرچی کوئی وزیروں کی

کوئی میرا بھی کھوج لا کر دے
راجدھانی ہے رستہ گیروں کی

کیل گڑتے تو ہیں وڈیروں کے
آئے شامت تو ہم فقیروں کی

خوب رانجھے کا بول بالا ہے
شان اونچی ہے صرف ہیروں کی

بے اصولی کی گرم بازاری
ساکھ بکتی ہے میرے ویروں کی

توند بڑھ بڑھ کے پھٹ نہ جائے کہیں
خیر مولا ہو سائیں، پیروں کی

راستے بند ہیں لاٹھیاں برسیں
جنج آئی ہے کن وزیروں کی؟

بے عمل، بے شعور ہو خاور
لاج رکھنا مرے وطیروں کی

—:۵:—

ہمارے ملک میں وہ راہنما ہے "زندہ باد" جو حُبِّ دین و وطن سے ہو مطلقاً آزاد
بڑے سکوں میں ہے یارو! معلّم الملکوت کریں گے اہلِ سیاست اب بستیاں برباد
کسی کے سر میں ہجومِ جلوس کا نشہ کسی کے ذہن پہ چھائی ہے ظلمتِ الحاد
دلوں میں فرقہ پرستی کی آگ بھڑکا کر چلایا خوب کسی نے یہ کارِ بے بنیاد
کسی طرح سے ہوں زیر ساکنانِ چمن لگا کے گھات ہے بیٹھا یہاں پہ ہر صیّاد
چمن چمن میں پریشاں ہے طائرِ گلشن کہ اہلِ دل ہیں کہاں؟ جن سے میں کروں فریاد
وہ نوجواں کہ تھے شاہین و قوم کی تقدیر
وہ آج مادر پدر ہیں خاور آزاد

—:۶:—

کون اپنائے گا اسلاف کے افسانے کو راس آتا ہے یہی دل کے صنم خانے کو
کس قدر میرے زمانے میں ہوا قحط الرجال کوئی ہمدرد نہیں درد کے بہلانے کو
ہر طرف دھول ہے اور گرد کے بادل دیکھو! کوئی آگے تو بڑھے راستہ دکھلانے کو
کتنا مایوس کیا میرے مسیحاؤں نے وہ تو آتے ہیں مرض اور بڑھا جانے کو
اک نہ اک دن انہیں حق بات سمجھنا ہوگی ورنہ آ دھمکے گا کوئی غیب سے سمجھانے کو(۱)
جس پہ بھی تکیہ کیا وہ یار بھی بودا نکلا کر گیا اور ہی بے ڈھنگ حرم خانے کو
صرف کوشش سے بدلتی ہے ہمیشہ تقدیر منتظر کب سے ہے تقدیر بدل جانے کو
مجھ کو یوں لگتا ہے اب جبر کی میعاد ہے کم رات ڈھلنے کو ہے اور وقتِ سحر آنے کو
کچھ نہ کچھ آج جو حالات نے کروٹ لی ہے شاید بگڑے ہوئے حالات ہیں بن جانے کو
وہ ہی قومیں ہیں سزاوارِ عروج و تمکیں جوشِ کردار سے اُٹھتی ہیں جو کر جانے کو
سہل انگاری و کم کوشی یہ خاور کب تک؟
تم بھی کچھ اُٹھ کے کرو خون کے گرمانے کو

---

(۱) حافظ شیرازیؒ کے مشہور مصرع کی طرف اشارہ ۔ ع : مردے از غیب بروں آید و کارے بکند

غریب فاقے مریں گے تو روشنی ہوگی — چراغ خوں کے جلیں گے تو روشنی ہوگی
غریب لوگوں کو کیا حق ہے زندہ رہنے کا — سسک سسک کر مریں گے تو روشنی ہوگی
حصولِ علم ذریعہ ہے خود شناسی کا — عوام گر نہ پڑھیں گے تو روشنی ہوگی
رفاہِ عامہ کے کاموں میں اب دھرا کیا ہے؟ — تجوری اپنی بھریں گے تو روشنی ہوگی
زمین اپنی وسائل بھی سب ہمارے ہیں — انہیں پہ ہاتھ دھریں گے تو روشنی ہوگی
ہمارے دم سے ہیں زندہ حکومتی ایوان — یہیں ڈٹے جو رہیں گے تو روشنی ہوگی
غرض ہے سیر سپاٹا" بہانہ دوروں کا — زرِ مبادل لٹیں گے تو روشنی ہوگی
مزا فریضۂ حج کا حکومتوں کے طفیل — جیالے ساتھ چلیں گے تو روشنی ہوگی
سرود و رقص و گُل و مُل کے توبہ نو بازار — جگہ جگہ پہ سجیں گے تو روشنی ہوگی
چراغ گھی کے جلیں گے تو رادھا ناچے گی — ہمارے صحن بسیں گے تو روشنی ہوگی
لڑھکتے پھرتے ہیں یاں سے وہاں جو بے پیندے — ہوس کے در پہ گریں گے تو روشنی ہوگی
ہمیں سناؤ نہ پڑھ پڑھ کے ضابطے' قانون — کہ ضابطے جو مٹیں گے تو روشنی ہوگی

توکل اللہ پہ کرنا پرانی بات ہے خاور
بتوں کے آگے جھکیں گے تو روشنی ہوگی (۱۹۹۴ء)

بندگانِ زن و تن
(۱۹۹۴ء میں لکھی گئی)

عجب شانِ خدائی ہے عجب بن ٹھن کے نکلے ہیں — کہ سر پہ تاج کشکولِ گدائی بن کے نکلے ہیں
حریفِ پنجہ افگن جو مرے سائے سے ڈرتے تھے — [illegible] کے چرنوں میں گرنے بظاہر تن کے نکلے ہیں
صنم کی زلفِ برہم پر یہ بے جا معذرت خواہی — کہ اپنے حقِ جائز سے گریزاں بن کے نکلے ہیں
وہ غازی موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے والے — ہوئے سنت کے تارک تو بھگوڑے رن کے نکلے ہیں
یہ کس کی شوخیِ ابرو کا کٹھ پتلی تماشا ہے؟ — کہ افرنگی سیاست کا تقاضا بن کے نکلے ہیں
بھروسہ جن پہ تھا اپنے چمن کی آبیاری کا — وہ دولت کے پجاری اور کھوٹے من کے نکلے ہیں
یہ باطل کے عروجِ ظاہری پر سہمنے والے — خدا کے بن نہیں پائے بتوں کے بن کے نکلے ہیں
وطن کی خیر خواہی کا بھلا کیونکر خیال آئے — کہ نصب العین سے عاری' سرِ بے تن کے نکلے ہیں

نہ پھر ملت کا شیرازہ بکھر جائے معاذ اللہ! بصد سامانِ رسوائی، پھٹے دامن کے نکلے ہیں
بنامِ مذہب خود ہیں ہر اک سے باہم آویزاں بجز غیروں کے اور اپنوں کے دشمن بن کے نکلے ہیں
وہ جن کا کام ہی تخریب، ڈاکہ، قتل و غارت ہے انہیں سینے لگانے کو بڑے بن ٹھن کے نکلے ہیں
الٰہی! پھر عمرؓ، حیدرؓ، صلاح الدینؒ پیدا کر کہ ہم بھلکڑوں کا ٹولہ اور بندے زن کے نکلے ہیں

عجب کیا ملک کی تقدیر اب خاور بدل جائے
کفن بردوش با تیغ و سناں کچھ "من کے" نکلے ہیں

بجٹ سال ہائے ۹۵-۱۹۹۴ و ۹۶-۱۹۹۵

"بجٹ صاحب" سنا کر لن ترانی معاذ اللہ ہوئے کیا آنجہانی؟
"بنامِ شاہدِ نازک خیالاں" علاجِ ما شرابِ کینیڈانی(۱)
مس ایم ایف(۲) کی محبت اللہ اللہ کہ اہلِ خانہ کی ہرگز نہ مانی
بڑے نروس(۳) ہوئے ہیں مسٹر رپی(۴) کہ آ دھمکی ہیں پھر میڈم گرانی(۵)
دیا ہے جھنجھنا اور چوسنی بھی نوازش، مہربانی میرے جانی!
انرجی(۶) کی بھی ایسی ڈوز(۷) دی ہے کہ پیہم جام ہے ساری روانی
تھا پہلے وِرد مائی ڈیڈا! ممی! بھلے! اب خوب یاد آئی ہے نانی
جو صنعت کار اور تاجر ہیں گم سم خریداروں کا پتہ بھی ہے پانی
بڑے ہی خوش ہیں پنشن پانے والے کہ اُن کا حصہ "مرگِ ناگہانی"
غریبوں کی دعا اور آہ، دل میں سپردِ خاک اُن کی بے زبانی
کچہری، تھانہ، کسٹم، ٹیکس والو! مناؤ خوب جشنِ حکمرانی
عجب نشہ ہے حاضر نوکری کا خوشا قائم رہے اٹھتی جوانی

نکہ بر حالِ ما گُن پیرِ خاور!
کہ در وجد است، بائی شادمانی(۸)

---

(1) International Monetary Fund (I.M.F) (2) CANADIAN WINE

(3) Nervous (4) Rupee Devaluation (5) مہنگائی (6) Energy

(7) Dose خوراک (8) (طنز و مزاح کہ گویا ملک میں خوشحالی بھنگڑا ڈال رہی ہے۔

—۱۰—

دیوداسی کنواریوں کا ظہور — چانکیہ کے مداریوں کا ظہور
میرے گلشن کے کونے کھدروں میں — سیم و زر کے پجاریوں کا ظہور
بے خبر پھر رہے ہیں یاں دُرّاج — ہے عقب میں شکاریوں کا ظہور
پسِ پردہ صلیب کی حکمت — گو بظاہر حواریوں کا ظہور
اسلحے کے وہاں لگے انبار — یاں پہ ڈھیروں سپاریوں کا ظہور
بحر و بر پہ اگر عبور اُدھر — یاں پہ تانگہ سواریوں کا ظہور
اُن کے حرکت میں ٹینک طیارے — یاں پہ شاطر کھلاڑیوں کا ظہور
وار پہ وار کر رہے ہیں وہ — ہے اِدھر بُردباریوں کا ظہور
زندگی تاکہ ہو یہاں مفلوج — امن کی بے قراریوں کا ظہور
سب وسائل لگے ہیں داؤ پہ — ہر طرف ہے جواریوں کا ظہور
کچھ پرانے اکھاڑ کر مردے — دام نو سے شکاریوں کا ظہور
بے محل معذرت کے سائے میں — ذِلتوں اور خواریوں کا ظہور
"اختیاراتِ کُل" کا اِرتکاز — ذات کی اُستواریوں کا ظہور
فدویوں کو کہیں نہ لے ڈوبے — یار کی "یار ماریوں" کا ظہور

مشکلوں کا ہے حل یہی خاور
جراتوں، برقراریوں کا ظہور

سرِ راہ

راقم الحروف تربیلا ڈیم پروجیکٹ پر ۱۹۶۷ء تا ۱۹۷۱ء اور گدو تھرمل سٹیشن کشمور سندھ پر ۱۹۷۳ء تا ۱۹۷۴ء بحیثیت آڈٹ آفیسر متعین رہا۔ اگرچہ ان ہر دو پروجیکٹس کی تکمیل کے موقع پر وہاں سے تبدیل ہو چکا تھا مگر پھر بھی میری دلی وابستگی مجھے اپنے جذبات کے اظہار سے باز نہ رکھ سکی۔

تربیلا ڈیم

اہلِ وطن نے یاس کی آہیں بکھیر دیں
ہر سُو مسرتوں کی فضائیں بکھیر دیں

انجینئر ہیں آج مبارک کے مستحق
جنہوں نے اپنے فن کی ادائیں بکھیر دیں

انسان کے جو ذہن میں خواب و خیال تھا
اُس کی حقیقتوں کی ضیائیں بکھیر دیں

ناممکنات سے تھا جو ممکن بنا دیا
فرسودہ نظریوں کی صدائیں بکھیر دیں

سینۂ کوہ چیر کر، دریا کو موڑ کر
تسخیرِ آب و گِل کی ہوائیں بکھیر دیں

یعنی کہ اپنے خون پسینے کے زور سے
حسنِ عمل کی چند ادائیں بکھیر دیں

قریہ و شہر نور سے اب جگمگا اُٹھے
دیرینہ ظلمتوں کی شعائیں بکھیر دیں

تاریخ میں ہوا ہے اضافۂ بابِ نَو
دنیائے آب و گِل میں ضیائیں بکھیر دیں

یعنی یہ عہد بن گیا تاریخ ساز دور
جس نے کہ عُسرتوں میں عطائیں بکھیر دیں

بندہ نوازیاں کہوں یا شاہ نوازیاں(۱)
اللہ نے رحمتوں کی گھٹائیں بکھیر دیں

تربیلا ڈیم آج مکمل جو ہو گیا
خاورؔ نے ہر قدم پہ دعائیں بکھیر دیں

---

(۱) اس طرف بھی اشارہ ہے کہ خان شاہ نواز خان اُن دنوں تربیلا ڈیم پروجیکٹ کے جنرل منیجر اور چیف انجینئر تھے جو ازاں بعد چیئرمین واپڈا تعینات ہوئے۔

گدو تھرمل سٹیشن کشمور

کشمور کی ظلمت میں ضیاء کھیل رہی ہے
دن رات کی محنت کی جزا کھیل رہی ہے

فن کار کی شاہکاری و صنعت کا نمونہ
مقصد کی لگن، سعیٔ وفا کھیل رہی ہے

اس حسن سے منصوبۂ تعمیر کی تکمیل
انعامِ الٰہی کی عطا کھیل رہی ہے

اخلاصِ عمل کوششِ پیہم کا یہ انعام
ہر گام پہ اللہ کی جزا کھیل رہی ہے

کیا خوب کہ سرگرمیٔ ملت کے جلو میں
اسلام کی پُرجوش فضا کھیل رہی ہے

ہو جائے گی سرسبز و منور میری دھرتی
کانوں میں یہ در پردہ صدا کھیل رہی ہے

یوں فرطِ مسرت سے ہر ایک جھوم رہا ہے
در صحنِ چمن گویا صبا کھیل رہی ہے

اظہارِ تشکر میں ہر اک ہے بہ سجودے
بے ساختہ ہر لب پہ دعا کھیل رہی ہے

اللہ رے یہ بجلی کی فراوانی کہ ہر سو
اس نورِ حقیقت کی ضیاء کھیل رہی ہے

پیدا ہوئے یاں زندگیٔ نو کے جو آثار
اندیشۂ دشمن پہ قضا کھیل رہی ہے

خاور ادھر آؤ ذرا دیکھو کہ وطن میں
خوشحال معیشت کی بقا کھیل رہی ہے

فہرست مطبوعات خاور سہروردی

	صفحات
تذکرہ و ملفوظات حضرت ابوالفیض سید قلندر علی سہروردیؒ	۶۲۴
تذکرہ و فرمودات حضرت پیر سید احمد شاہ قادریؒ (زلفوں والے گیارہویں والے پیر)	۷۰
شعاعیں : حمد نعتوں اور غزلوں کا مجموعہ	۶۴
فروغِ فراغ : حمد و نعت — غزلوں اور نظموں کا مجموعہ	۹۰
خاور پارے : رباعیات — جن میں اکثر طنز و مزاح کے رنگ میں ہیں	۴۶۹

ناشران : حبیب خاور سہروردی — رمیز خاور سہروردی .... ۶۱ یثرب کالونی ملتان روڈ لاہور
تقسیم کنندگان : زین حبیب خاور، حسن حبیب خاور، معتزر میز خاور ....

حرفِ آخر

خطاب بہ ملت بیضا

تندرستی جزوِ لازم زندگی　　قلب ہو بیدار خوش آئندگی
تندرستی کے بنا جینا عذاب　　یہ میسر گر نہ ہو کیا زندگی
جسمِ ظاہر کے لئے قلب و نظر　　ہوں اگر زندہ تو پھر تابندگی
عجز اور اخلاص سے ہی بندگی　　ہو اگر زیبِ ریا، شرمندگی
"زندگی با بندگی تابندگی"(۱)

ہاں مگر معبودِ برحق ہے خدا　　جز خدا طاعت ہے گویا خستگی
بعد ازاں طاعت رسول اللہ کی　　حاصلِ ایماں بھی اور فرخندگی
اہلِ بیت، اصحاب، جملہ اولیاء　　نور کے مرکز، سکوں، دل بستگی
اتباع ان سب کا ہی اصل الاصول　　ہے یہ راہِ مستقیم بندگی
"زندگی آمد برائے بندگی"(۲)

بعد ازاں حسنِ سلوکِ والدین　　خدمتِ انسانیت تابندگی
خلق کا حق ہو سدا پیشِ نظر　　تا انہیں کوئی نہ ہو درماندگی
امرِ بالمعروف، منکر کی نہی　　عدل و احساں ہو اصولِ زندگی
ہو نہ خاور سے الٰہ! ایسی خطا　　روزِ محشر جس سے ہو شرمندگی
"زندگی بے بندگی شرمندگی"(۳)

---

(۱) (۲) (۳) حضرت مولانا رومی علیہ رحمۃ

—:۲:—

پیغام بہ دخترِ ملت

اے دخترِ ملت تو ذرا غور سے سن لے
تاکہ تیری سیرت ہو کدورت کیلئے موت
فطرت کے تقاضوں کی امیں، حُسنِ بہار!
بے کیف اداسی و یبوست کیلئے موت
جس جدّتِ ماحول سے زن ہوتی ہو "نا زن"
وہ ملّتِ بیضا کی بلوغت کیلئے موت
عورت کا نشاں، شرم و حیا، عفت و پردہ
آئے جو سرِ بزم، امومت کیلئے موت
تجھ سے ہی فقط گھر کی حکومت کا نظام
شیرازہ بکھر جائے بعولت کیلئے موت
اولاد کی تربیتِ ظاہر کی ہو ضامن
اوبارِ بلوغت و کہولت کیلئے موت
شبیرؑ ہوں پیدا، تیری آغوش میں پل کر
بن جائیں وہ اربابِ رعونت کے لئے موت
جس فعل سے اسلام کی اقدار ہوں روشن
وہ فعل ہے کافر کی خصومت کیلئے موت
خاور! ہے ترا دخترِ ملت کو یہ پیغام
تہذیبِ فرنگی کی نحوست کیلئے موت

خطاب بہ اہلِ پاکستان

اے محبانِ خاکِ پاکستان! مسلم و بندگانِ ربِ جلیل!
خادمانِ حرم و روضۂ پاک! حافظانِ حسین و حسنِ نبیل!
داعیانِ شریعتِ نبوی سنتِ اسماعیل و رسمِ خلیل!
مانتا ہوں کہ میرا پاک وطن خاص انعام ہے زِ ربِ جلیل
اِس کے حفظ و عروج کی لیکن تمھیں کرنا پڑے گی ٹھوس سبیل
ہاتھ پہ ہاتھ دھر کے بیٹھے ہو فہم و ادراک کی نہیں یہ دلیل
پھر غلامانِ ابن غدّاراں چانکیہ اور یہودیوں کے قبیل
سیم و زر، حرص و آز کے پیکر ذہن و افکار کے مریض و علیل
پھر بہم ہوگئے ہیں بہرِ فساد پئے بربادی ہائے رطب و نخیل
اب تو چارہ گرو یہ ہوش کرو ملک و ملت کے حفظ کی ہو سبیل
اور جاگو کہ "روحِ جعفر" کو آج پھر مل گیا ہے اِذنِ رحیل
خرخرے ہوچکے ہیں گھوڑوں کے جھاڑتے ہیں دولتیوں کی دلیل
روزِ اول سے اِن کو بھایا نہیں اِس وطن کا فروغ، روئے جمیل
چاہتے ہیں وطن نہ ہو قائم ابتدا سے رہے شریک و دخیل
مفسدوں کو نہ بے ضرر سمجھو ہوں یہ تعداد میں اگرچہ قلیل
غازیو اور میرے ہم وطنو! آؤ حبِ وطن کی لائیں دلیل
آج اِن کو سبق وہ سکھلائیں بھاگنے کی بھی پا سکیں نہ سبیل
آئندہ پھر اِنھیں نہ جرات ہو سر اٹھائیں نہ پھر کبھی یہ رذیل

رسمِ بدر و حنین تازہ کرو
تم سے خاور کی اب یہی ہے اپیل

تاثراتِ الم

۲۰ اگست ۱۹۹۸ء کو بوقتِ عصر اپنے حقیقی چھوٹے بھائی
الحاج سجاد حیدر اعراف کی حالتِ نزع طاری ہونے
سے پیشتر راقم الحروف کے تاثرات:

جو بھی ہونا ہے آج ہونے دو
تھک گیا ہوں بہت، سونے دو
حالِ دل پر تو ہنس چکا ہوں بہت
جی کو جی بھر کے آج رونے دو
یہ رگِ جاں کا عارضی رشتہ
ختم ہونے کو ہے تو ہونے دو
یاں تو ہر اک ہے دامن آلودہ
دامنِ داغ دار دھونے دو
گوشۂ دل میں وقتِ تنہائی
غمِ جاناں سے بات ہونے دو
غمِ ہستی میں ڈوب کر خاورؔ
اب غمِ یار ہی میں کھونے دو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(حصہ دوم)

خاور پارے

چڑھتے سورج کو پوجتے ہیں لوگ
میں حقیقت کا ساتھ دیتا ہوں

لوگ مجھ سے ہیں اس لئے ناراض
صاف گوئی سے کام لیتا ہوں

خاور

خاور سہروردی

ترتیب

انتساب	3	عرض وتمنا	4	یاد و غم جاناں	7	ناز و نیاز	8
معاشرت نو	13	ناچ گانا	19	رشوت	20	بیگانگیٔ دیں	20
آزادیٔ افکار	22	تعلیم نو	23	پابندی طعام	24	جام و مینا	25
لاؤڈ اسپیکر	26	رہبران کرام	27	سیاست ملکی	31	سیاست فرنگ	37
ولی اور ولایت	38	نبوت کاذبہ	39	سوشل ازم	40	سرخے	41
پیام نو	42	سرخ سویرا	42	پنجابی نظم	44	مدح	46

کوائف

کمپوزنگ : انکشاف کمپوزرز ریواز گارڈن لاہور

سال وماہ اشاعت : ۱۹۹۸ء

تعداد : پانچ سو

طبع : اول

قیمت :

ناشران : حسیب خاور سہروردی' رمیز خاور سہروردی

۷۱ طیب (سابقہ یثرب) کالونی ملتان روڈ لاہور

تقسیم کنندگان: زین حسیب خاور' حسن حسیب خاور' معزز رمیز خاور

پتہ "ایضاً": فون:7599887

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

کُنتم خیر اُمّۃ اُخرجت للنّاس تاْمرُون
باْالمعرُوفِ و تنھَون عن المُنکَر و تؤمنُون باللّہ

(مسلمانو! سب امتوں میں) تم بہترین امت ہو جسے لوگوں (کی ہدایت) کے لئے پیدا کیا گیا ہے تم اچھے کاموں کا حکم کرتے ہو (اور خود عمل سے لوگوں کو ترغیب دلاتے ہو) اور برے کاموں سے منع کرتے ہو اور تم اکٹھے ہو کر ایمان رکھتے ہو (یہی ایمان و عمل تمہاری برتری کا باعث ہے اور رہے گا)

ہر اُس سرپھرے کے نام

جو برسرِ عام
نیکی کی تلقین کرتا ہے
برائی سے روکتا ہے
جھڑکیں کھا کر ہنس دیتا ہے
ظلم سہتا ہے—— صبر کرتا ہے
بیٹھ جاتا ہے۔ پھر اٹھتا ہے—— اور——
بالآخر منہ آسمان کی طرف کرکے گنگناتا ہے:

خداوندا! یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں؟
کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری   اقبالؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض و تمنا

—:۱:—

عطا ہو جذبۂ صدیقؓ و فاروقؓ
علیؓ کی حکمت و مشکل کشائی
پلٹ اے دورِ گردوں! سوئے اسلاف
کہ پیمبرؐ قرباں ہو ساری خدائی

—:۲:—

تن آسانی و خود غرضی کی تہ میں
حمیت سو گئی ہے، کھو گئی ہے
نگاہے یا رسول اللہ! کہ ملت
پریشاں اور رسوا ہو گئی ہے

—:۳:—

نوجوانوں کو عزم و ہمت دے
کھو دیا ہے انہوں نے عالی مقام
رمز "والنجم" سے آشنا کر دے
صاحبِ ذوالجلال والاکرام!

—:۴:—

برائے حفظِ آئینِ پیمبرؐ
تن آسانی و خوفِ غیر بے سود
شکستِ قوتِ باطل کی خاطر
جہادِ فی سبیل اللہ مقصود

—:۵:—

دل شہادت کے شوق سے خالی
سیم و زر کا ہے ذہن پہ غلبہ
روحِ فتحِ عظیم! زندہ کر
مومنوں میں جہاد کا جذبہ

—:۶:—

انسان کی معراج فقط طاعتِ بے لوث
اور نفس کی پہچان سے اللہ کا عرفان
ہر غیر سے منہ موڑ کر اللہ کا ہو جا
ہر درد کا درماں ہے قرآن ہی قرآن

—:۷:—

سارے عالم میں آج رسوا ہے
وہ ہی ملت کہ کل تھی لاثانی
پھونک دیجئے گا یا رسول اللہ!
دلِ مردہ میں روحِ لافانی

—:۸:—

حقیقت آشنا ہم کو نظر دے
دلوں میں معرفت کا نور بھر دے
محبت میں فنا ایسی ہو وارد
جو ہم کو زندۂ جاوید کر دے

—:۹:—

ہم گمشتگان راہ کا حافظ خدا ہی ہو
بے راہروی کی ہر طرف جبکہ ہوا ہو تیز
تہذیبِ نو کی دوڑ میں ہم تھک کے رہ گئے
اے میرِ کارواں! ذرا بانگِ درا ہو تیز

—:۱۰:—

یہی محور ہے میری جستجو کا
یہی مرکز ہے میری آرزو کا
محمدؐ کی غلامی ہو میسر
یہی معراج میری آبرو کا

—:۱۱:—

زہے اہلِ زمیں کی خوش نصیبی
کہ یاں آرام فرما ہیں محمدؐ
یہی نسبت' مقامِ آرزو ہے
یہی کافی' سارا ہیں محمدؐ

—:۱۲:—

اللہ رے انعامِ عبودیّت کبریٰ
معراج کی تصدیق سے عشاق ہیں سرتاج
یعنی کہ ابوبکرؓ بنے حضرتِ صدیقؓ
اس عبدِ مکمل کی اطاعت بھی ہے معراج

—:۱۳:—

ترا عشق بندگی ہے تیرا ساتھ زندگی ہے
یہی آرزو ہے میری تیرا آستاں نہ چھوٹے
گئے میرِ کارواں کن یک تگ بریں گدائے
جو ہوں ترا حُدی خواں تو یہ کارواں نہ چھوٹے

—:۱۴:—

تیری زمین پاک کا ہر ذرہ آفتاب
اللہ کرے کہ گزرے اسی آستاں پہ عمر
غافل رہے نہ زیست کا لمحہ تیرے بغیر
ہے آرزو ہو ختم تیری داستاں پہ عمر

—:۱۵:—

خشک آنسو جو آہ تک پہنچے
آپ کی بارگاہ تک پہنچے
دنیوی خواہشات سے ہٹ کر
ہم حقیقت کی راہ تک پہنچے

—:۱۶:—

محبت سوز و ساز بے کرانہ
محبت زندگی جاودانہ
رسوم و کیش کی بندش سے آزاد
محبت کافرانہ دلبرانہ

—:۱۷:—

یہ فراوانی تجلّی حسن
ہو برائے دگر تو کیا حاصل
کاروبار جہان میں شامل
ہم نہ ہوں گے اگر تو کیا حاصل

—:۱۸:—

کون ہوں؟ کیا مری حقیقت ہے
من کی دنیا میں ڈوب جاؤں گا
خود شناسی کے فرد جوہر سے
تیرے عرفاں کا راز پاؤں گا

—:۱۹:—

پارسائی پہ کوئی نازاں ہے
کوئی زعمِ عمل کا مارا ہے
مجھ گنہگار کو تو ربِّ غفور
تیری رحمت کا ہی سہارا ہے

—:۲۰:—

زیبِ باطن سے زینتِ تن من
دل بھی بیدار اور نگہ روشن
تزکیہ یہ ہے' پاکیء طینت!
ایک ہو جائیں ظاہر و باطن

—:۲۱:—

صوبائی عصبیت کا ہے مقصد علیحدگی
اِس تفرقے کو چھوڑ کر آؤ گلے ملیں
اے سرزمینِ پاک کے غیورؔ باسیو!
ایسے بتوں کو توڑ کر آؤ گلے ملیں

—:۲۲:—

ضربِ علیؓ سے توڑ کر یہ وطنیت کے بت
آؤ حصارِ دیں کی حفاظت بہم کریں
یارو ہے آج غیرتِ ملی کا امتحاں
آؤ کہ پاسبانیء رسمِ حرم کریں

—:۲۳:—

غلامی فطرتِ ثانی اگر ہو
تو مردِ حُر بھی در قیدِ وطن ہے
اگر حکمِ الٰہی کا ہو پابند
تو جب تھا غزنوی' اب بت شکن ہے

—:۲۴:—

نظامِ مصطفیٰ ہے سب سے بہتر
تمیزِ آقا و مولا نہ کہتر
جو قائم ہو نہ اسلامی مساوات
تو آزادی غلامی سے ہے بدتر

—:۲۵:—

میں ہوں حسنِ ازل کا شیدائی
مجھ کو غیروں کے در سے کیا لینا
تیری گلیوں کے فرد منگتے کو
اونچے قلعوں کے در سے کیا لینا

—:۲۶:—

دونوں جہان تیری محبت کا ہیں ثمر
دنیا کی کامرانیاں نعمائے آخرت
مقصودِ زیست کچھ نہیں جز اس کے یا خدا!
تیری' ترے حبیبؐ کی رویت و معرفت

—:۲۷:—

دل شکستہ ہو تو قیمت میں گراں ہوتا ہے
اِس حقیقت پہ یقیں تم بھی خدارا کر لو
میں ترا آئینہ ہوں' تو مناسب ہے حجاب؟
زینتِ حسن کی خاطر ہی گوارا کر لو

—:۲۸:—

زندگی بھر یہ کشمکش ہی رہی
اجرِ حرص و ہوا ملے مجھ سے
طبعِ عصیاں پسند توبہ کروں؟
فرصتِ یک نفس ملے نہ ملے

یاد و غمِ جاناں

—:۱:—

کم نصیبی میں، ناتوانی میں
چھوڑ جاتی ہے گردشِ دوراں
ہاں! مگر غم گسار ہوتا ہے
ذکرِ خوباں، تصورِ جاناں

—:۲:—

ذکر وجہِ سکوں تو ہے لیکن
بے حضوری میں بندگی بے کیف
بوالہوس کو یہ کون سمجھائے
بے غمِ یار زندگی بے کیف

—:۳:—

خواہشوں کی جوان مرگی نے
زندگی کو سنوار ڈالا ہے
موت اچھی؟ کہ زندگی اچھی؟
مجھ کو اِس غم نے مار ڈالا

—:۴:—

غم سے کس کو فرار ممکن ہے؟
غم بھی گاہے فریب دیتا ہے
فکرِ دوراں بھی اے غمِ جاناں
زندگانی کو زیب دیتا ہے

—:۵:—

زندگی میں مسرت و غم کا
چولی دامن کا ساتھ ہوتا ہے
شخصیت کے نکھار میں اکثر
اِنہی قدروں کا ہاتھ ہوتا ہے

—:۶:—

جستجو اضطراب و یکسوئی
ایک ہی سمت جادہ پیما ہیں
اے غمِ یار! دل کے ہنگامے
کس قیامت کا پیش خیمہ ہیں؟

—:۷:—

زندگی میں نشاط کا غم ہے
اور مر کر نجات کا غم ہے
دل کا گویا خدا ہی حافظ ہے
غم کو اپنے ثبات کا غم ہے

—:۸:—

ہر قدم پر، ہر ایک منزل پر
فلسفہ غم کا کار فرما ہے
اے دلِ بے قرار و آشفتہ!
تیری منزل کا خوب رستہ ہے

—:۹:—

دل کی دنیا کی حکمرانی میں
غم کا اپنا مزاج ہوتا ہے
بے قراری، شکست و ویرانی
راحتوں کا خراج ہوتا ہے

—:۱۰:—

بیکراں ظلمتوں کے سائے میں
تیری یادوں کا دیپ جلتا ہے
آس بندھتی ہے ٹوٹ جاتی ہے
وقت اسی کشمکش میں کٹتا ہے

—:۱۱:—

زندگی کے اتھاہ سمندر میں
ایک ہلچل سی مچ گئی کیسی؟
دل کے ٹوٹے ہوئے دریچے پر
دیکھنا، کس نے آ کے دستک دی؟

—:۱۲:—

ہر خزاں کو بہار دیتا ہے
ہر نفس کو نکھار دیتا ہے
ایک لمحے میں پرتوِ جاناں
زندگانی سنوار دیتا ہے

—:۱۳:—

تشنگی بڑھ رہی ہے ہر لحظہ
عمر گزری ہے جستجو کرتے
تیرے ملنے کے باوجود اے دوست
تیرے ملنے کی آرزو کرتے

—:۱۴:—

جب بھی تیرا خیال آتا ہے
آئینے پر جمال آتا ہے
وارداتوں کی ہے یہ کیفیت
وجد ہوتا ہے، حال آتا ہے

—:۱۵:—

خلوتِ شب کی تیرگی میں دل
یادِ جاناں سے لطف لیتا ہے
راحتیں ساتھ چھوڑ جاتی ہیں
ایک غم ہے کہ ساتھ دیتا ہے

—:۱۶:—

مرے حسنِ طلب کی داستاں میں
ترے لطف و کرم کا ذکر شامل
خوشی روتی ہوئی پہلو سے نکلی
یہی شاید تمنا کا ہے حاصل

—:۱۷:—

منتظر ہم ہیں ایک مدت سے
کب وفا ہوگا وعدۂ جاناں؟
سست رفتار ہوتی جاتی ہے
کس قیامت سے گردشِ دوراں

ناز و نیاز

—:۱:—

گفتگو کا بھی کیا سلیقہ ہے — بات کرتے ہیں پھول جھڑتے ہیں
دبدبہ اور وقارِ شخصیت! — کوہساروں کے دل لرزتے ہیں

—:۲:—

شور برپا ہے آبشاروں میں
اک خموشی ہے کوہ ساروں میں
آپ کی ہی عدم توجہ سے
پھول مرجھائے مرغزاروں میں

—:۳:—

ریگ زاروں میں چاندنی چھٹکی
آ کہ کچھ دیر یاں پہ سستا لیں
سرد ٹیلوں کے نرم بستر پر
کچھ تھکن کو ذرا سا تھپکا لیں

—:۴:—

مسکراہٹ کے پھول برسائیں
رنگ و بو سے دلوں کو گرمائیں
ٹھہریئے! میں سمیٹ لوں دامن
آپ بھی کچھ قریب آ جائیں

—:۵:—

آپ نے کیا بکھیر دیں زلفیں
چاند شرما گیا جو یوں آنا"
قافلے رہ بھٹک نہ جائیں کہیں
زلف برہم سنبھال لیں فوراً"

—:۶:—

زلف تیرہ و تار اور برہم
حشر برپا ز دوش تا بہ کمر
بے حجابیء رخ پریشاں ہے
چاند تاروں کی لگ نہ جائے نظر

—:۷:—

اُف یہ فرطِ حجاب کی شوخی
مست آنکھوں میں ہلکے ڈورے سے
کس کی خاطر یہ لی ہے انگڑائی؟
چپکے چپکے سے دھیرے دھیرے سے

—:۸:—

آپ شرما گئے ہیں کیوں ناحق؟
پیار کی بات درگذر کیجے
حسن اور عشق لازم و ملزوم
آپ مجھ پہ یقین کر لیجے

—:۹:—

زندگی کے سفر میں ہم راہی
ہم تھکن سے نہ چور ہوجائیں
آؤ کچھ دیر پاؤں سہلا دوں
زلف بکھرا کے آپ سو جائیں

—:۱۰:—

تمکنت کا عجیب عالم ہے
نبضِ دوراں بھی رک گئی ہے آج
اہلِ ہمت کے حوصلے دیکھو
زلفِ برہم سے پوچھتے ہیں مزاج

—:۱۱:—

مٹ کے بنتے ہیں اور سنورتے ہیں
زاویئے زیست کے نکھرتے ہیں
تیری آنکھوں میں ڈوبنے والے
نت نئی شان سے ابھرتے ہیں

—:۱۲:—

ساز بیکار میکدہ خاموش
ساری محفل اداس و ویراں ہے
رونقِ بزمِ زیست آ جاؤ
زندگی کوئی دم کی مہماں ہے

—:۱۳:—

امتحانِ شعور ہے شاید
اختیاری عنایتیں دی ہیں
بے نیازی سی بے نیازی ہے
دل کو کتنی رعایتیں دی ہیں

—:۱۴:—

تیرے وعدوں کی دلفریبی میں
زحمتِ زندگی گوارا ہے
شمعِ امید ٹمٹماتی ہے
کون جیتا ہے؟ کون ہارا ہے؟

—:۱۵:—

عشق چھپتا نہیں کسی صورت
حسن ہر حال میں ابھرتا ہے
پھول تو پھر بھی پھول ہیں لیکن
رنگ کانٹوں کا بھی نکھرتا ہے

—:۱۶:—

غم گساروں میں تیری آمد کے
اے مسیحا نفس ترے چرچے تھے
کیا ہوا گر مزاج پرسی کو
اتفاقاً" جو آ ہی نکلے تھے

—:۱۷:—

ندرتِ فکر و عمل کثرتِ وحدت کا شہود
سوچ کا طور جدا، عزم بھی تنہا تنہا
ایک وہ ہیں کہ جو تنہا بھی سراپا محفل
ایک ہم ہیں کہ سرِ بزم بھی تنہا تنہا

—:۱۸:—

جستجو اور طلب کی راہوں میں
اپنے اپنے نصیب ہوتے ہیں
ہر قدم پر، ہر ایک منزل پر
حادثے بھی عجیب ہوتے ہیں

—:۱۹:—

کس نے ماضی میں جھانک کر دیکھا
کون فردا کے غم میں گھلتا ہے
غور سے سن اے صاحبِ امروز!
صاحبِ دل پہ حال کھلتا ہے

—:۲۰:—

حقیقت سے نہیں ہرگز گریزاں
طبیعت کیوں مکدر ہو گئی ہے
بڑی الجھن میں یارو پھنس گیا ہوں
کہ بدنامی مقدر ہو گئی ہے

—:۲۱:—

نیتوں میں خلوص گھل جائے
دل کا سارا غبار دھل جائے
تم بہرحال چپ رہو خاور
دوستی کا بھرم نہ کھل جائے

—: ۲۲ :—

دل سے دل کا مقابلہ کرلو
فائدے کا معاملہ کرلو
دوستو! مصلحت اسی میں ہے
اپنا اپنا محاسبہ کرلو

—: ۲۳ :—

سوچ زیرِ شعور ہوتی ہے
حالتوں کا ظہور ہوتا ہے
شیشۂ دل میں بال آ جائے
نیتوں کا فتور ہوتا ہے

—: ۲۴ :—

ہر قدم اختیار ٹھہرے گی
ہر نفس پُر بہار ٹھہرے گی
تم اگر مجھ کو اپنا لو
زندگی افتخار ٹھہرے گی

—: ۲۵ :—

کیا یہ بیم و رجا کی منزل ہے؟
چھین لیتے ہیں سوگ دیتے ہیں
مختلف زاویوں سے ہر لحظہ
نت نیا ایک روگ دیتے ہیں

—: ۲۶ :—

یاس و امید کی گھنی چھاؤں
دل فریب و حسین بنتی ہے
بعض اوقات یوں بھی ہوتا ہے
بے یقینی یقین بنتی ہے

—: ۲۷ :—

پھنس گیا ہوں عجیب الجھن میں
غفلتوں میں نہ جان گھل جائے
تزکیۂ نفس سے ممکن ہے
دل کا سارا غبار دھل جائے

—: ۲۸ :—

دل پہ دنیائے دوں کا قبضہ ہو
زندگی اک وبال بنتی ہے
دل کی حالت اگر بدل جائے
منتہائے کمال بنتی ہے

—: ۲۹ :—

زندگی کوئی حادثہ تو نہیں
یہ تو رازِ الست ہے گویا
اِس کی روشن حقیقتوں سے فرار
اعتراف شکست ہے گویا

—: ۳۰ :—

کلی روتی ہے کیوں شبنم کے آنسو
کہ رونا کام ہے مردہ دلی کا
یہ کہہ دو سینہ چاکانِ چمن سے
بہار اک نام ہے زندہ دلی کا

—: ۳۱ :—

یہ رعبِ حسن اور یہ بے نیازی
تری محفل میں بیٹھے ڈرتے ڈرتے
گلہ پھر بھی ہے میری خامشی پر
اگر تو چاہتا پھر بات کرتے

—:۳۲:—

بات سیدھی تھی قصۂ غم کی
جانے کیوں لوگ رنگ بھرتے ہیں
وہ بجائے جواب دینے کے
مجھ سے الٹا سوال کرتے ہیں

—:۳۳:—

عمر بھر مجھ کو نہ جینے کا سلیقہ آیا
عمر بھر گرچہ بزرگوں نے دعائیں دی ہیں
میں اسی سوچ میں گم ہوں یہ خیال آتا ہے
مہربانوں نے مجھے خوب سزائیں دی ہیں

—:۳۴:—

اک نئی بات بتانے کے بہانے آئے
اک نئے رنگ میں یوں زخم دکھانے آئے
دل افسردہ تو رونے کا طلب گار نہ تھا
وہ جو آئے بھی تو ہنس ہنس کے رلانے آئے

—:۳۵:—

آرزوؤں کی خشک سالی میں
کس قدر دل فریب برکھا ہے
دوستوں نے خلوص سے مجھ کو
مختلف زاویوں سے پرکھا ہے

—:۳۶:—

بے مثل ہے معاملہ فہمی
ہر مخالف کا توڑ ہوتی ہے
یہ حقیقت ہے آپ کی ہر بات
تجربے کا نچوڑ ہوتی ہے

—:۳۷:—

مجھ کو میرے خلوص کو پہچانتے ہیں لوگ
دنیائے دل فریب کو بھی جانتے ہیں لوگ
لیکن یہ راز میں بھی نہ اب تک سمجھ سکا
کیوں میری بات کا ہی برا مانتے ہیں لوگ

—:۳۸:—

گفتگو بھی اگر نہ ہو محتاط
اپنے بیگانے چھوٹ جاتے ہیں
یہ وہ نازک سے آبگینے ہیں
تلخ باتوں سے ٹوٹ جاتے ہیں

—:۳۹:—

خود پسندی طمع سازی میں
ظاہری آن بان ہوتی ہے
وضع داری، سفید پوشی میں
اک حقیقت کی شان ہوتی ہے

—:۴۰:—

زعم تقویٰ و پارسائی پہ
شیخ صاحب کا رخ ہے تابندہ
میں گنہگار بندۂ ناچیز
لغزشوں پہ ہوں سخت شرمندہ

—:۴۱:—

جو داستان مری حشر میں بیاں ہوگی
تو پھر حقیقت عشق و وفا عیاں ہوگی
مگر ضعیف خاور کا حشر کیا ہوگا؟
سنا ہے خلد میں مخلوق نوجواں ہوگی

—:۴۲:—

کچھ طبیعت اداس تھی یارو
ہم نے سوچا کہ کچھ سنبھل جائے
ان کی محفل میں آ تو بیٹھے ہیں
پر یہ ڈر ہے نہ دل مچل جائے

—:۴۳:—

آخر ایسی بھی کون سی ضد ہے؟
آپ کہتے ہیں ہم نہ مانیں گے
یہ تو اخلاص کا تقاضا ہے
مان جائیں تو ہم بھی جانیں گے

—:۴۴:—

بے یقینی میں، نا امیدی میں
ہر قدم رائیگاں اور بے سود
عزم و ہمت میں موج سرکش خود
پیش کرتی ہے منزل مقصود

—:۴۵:—

حسن ظاہر کی کتب و زینت ہیم
تجھ کو ڈر ہے بھٹک نہ جائے کہیں
گرچہ ہے دلفریب، کیف آور
لیک اس میں سکوں ثبات نہیں

—:۴۶:—

جلد بازی سے مسئلے برہم
کامرانی کا راز سن لو تم
غور و فکر و مشاورت باہم
پھر توکل بسہ کوشش پیہم

—:۴۷:—

رائے کا اختلاف فطرت ہے
کار درپیش کی وضاحت ہے
حوصلے سے مباحثہ سن لو
بات سننے میں کیا قباحت ہے

—:۴۸:—

دل ہے بے تاب آنکھ بھر آئی
شاید امید کوئی بر آئی
وعدہ کرتے ہیں بھول جانے کو
بھول جانے کی پھر خبر آئی

—:۴۹:—

وہ آئے میری قبر پہ تو ہنس کے چل دیئے
ہم زیر خاک جاگ کر چپکے سے رو لئے
اس شانِ استغنا پہ ہم قربان ہو گئے
اور پھر دعائے خیر کی اس شوخ کیلئے

معاشرتِ نو

—:۱:—

ہے کیوں اِس دور میں مردِ مسلماں
مری بے پردگی پر یوں پریشاں
تقاضا حسن کا ہے خود نمائی
نہیں سمجھا یہ رمزِ "ھُوَ فِی شَاْن"

—:۲:—

صوم و صلوٰۃ، حج و زکوٰۃ
دینِ ظاہر کے پانچ ہیں ارکان
جھوٹ، دھوکا، فساد، قتل و زنا
عصرِ حاضر کے پانچ ہیں ارکان

—:۳:—

کس درجہ ملک و دین ترقی پذیر ہے
ٹی وی کے فیچروں میں صبح و شام دیکھئے
رقص و سرود و نغمہ و مے کا ہے فیضِ عام
گھر گھر میں اب ثقافتِ اسلام دیکھئے

—:۴:—

بڑا دلچسپ ہے انداز و اسلوب
نئی تہذیب کے فکر و نظر کا
ادب، اخلاق و تقویٰ سب ہیں بے سود
شرافت نام ہے افراطِ زر کا

—:۵:—

پارٹنر! آپ اور میری بیگم
کچھ ذرا دیر رقص فرما لیں
جبکہ میں اور آپ کی بیگم
کچھ محبت کے ہی جام ٹکرا لیں

—:۶:—

نظامِ دروں اور بیرونِ خانہ
مسز پر ہی موقوف ہیں ماشاءاللہ
بڑی ٹیکٹ فل ہیں سمارٹ اور سوشل
ہمہ وصف موصوف ہیں ماشاءاللہ!

—:۷:—

فیڈ دے کر سلائیں بے بی کو
پھر مناسب ہے جی کو بہلائیں
میں پسندیدہ نغمے سنتی ہوں
آپ مسجد میں وعظ سن آئیں

—:۸:—

مہذّب سا تعلق ہے یہ قائم
"حیاتِ ازدواجی" ہے بڑی شاد
بظاہر ہیں زن و شو گرچہ پابند
حقیقت میں ہیں لیکن دونوں آزاد

—:۹:—

اس طرح مجھ کو فیل ہوتا ہے
آپ شاید آفینڈ ہیں ڈیڈی!
انٹروڈکشن کرائے دیتی ہوں
یہ مرے بوائے فرینڈ ہیں ڈیڈی!

—:۱۰:—

کفایت اور سکونِ دل ہے مقصود
ڈیئر ڈیڈی! میں ہپی بن گیا ہوں
حشیش و چنگ و آغوشِ گل و مُل
بہت ہیپی ہوں ہپی بن گیا ہوں

—:۱۱:—

رات دن میری افسردہ طبع
کیسٹوں سے بحال رکھتے ہیں
کتنے اچھے ہیں میرے ہمسائے
خوب میرا خیال رکھتے ہیں

—:۱۲:—

عہدِ پیری جوان ہو جائے
یہ زمیں آسمان ہو جائے
آیئے دیکھتے ہیں ہم نیوڈ
دل مچل کر زبان ہو جائے

—:۱۳:—

کاروبارِ جہاں ہے زوروں پر
خوب سب نے فرض نبھایا ہے
دوستوں نے بڑی مروت سے
اپنا اپنا ہی حق جتایا ہے

—:۱۴:—

اپنے اخلاص اور تقدس کا
تذکرہ صبح و شام کرتے ہیں
پیر جی کتنے با مروت ہیں
میٹھی باتوں سے رام کرتے ہیں

—:۱۵:—

حق و انصاف کی بھی بات نہیں
بحث بھی بے دلیل کرتے ہیں
لوگ اپنے مفاد کی خاطر
دوسروں کو ذلیل کرتے ہیں

—:۱۶:—

بے مروت سے ہو گئے ہیں لوگ
سارے ماحول میں گھٹن سی ہے
صدق و اخلاص ہے کہاں باقی
چاپلوسی یا ڈپلومیسی ہے

—:۱۷:—

گفتگو دل پذیر کرتے ہیں
کتنے فنکار ہیں زمانہ ساز
میٹھی باتوں سے موہ لیتے ہیں
میرے ہمدرد یہ فسانہ ساز

—:۱۸:—

دنیا داری کا فن نہ آتا ہو
کوئی نزدیک بھی پھٹکتا نہیں
اس میں کچھ شک نہیں کہ چرب زبان
فی زمانہ ہے کامیاب ترین

—:۱۹:—

چڑھتے سورج کو پوجتے ہیں وہ
میں حقیقت کا ساتھ دیتا ہوں
لوگ مجھ سے ہیں اس لئے ناراض
صاف گوئی سے کام لیتا ہوں

—:۲۰:—

خوشنودیِ اغیار مری نیت کا مقصد
آ بُتِ افرنگ تری زُلف سنواروں
یہ عشق و محبت کا تقاضا ہے سراسر
قدموں پہ ترے جان اور ایمان لٹا دوں

—:۲۱:—

ہے تبرک حجاز کی ہر شے
دین و دنیا کا فیض پاتے ہیں
کس عقیدت سے لوگ سونا بھی
آبِ زمزم کے ساتھ لاتے ہیں

—:۲۲:—

کچھ کرنسی بھی ساتھ لایا ہوں
ہو کے معصوم مثلِ "نومولود"
رکنِ حج میں ہیں دیکھئے کیا کیا
دین و دنیا کی نعمتیں موجود

—:۲۳:—

یہ سیاہ و سفید کے مالک
السلام علیک کے مالک
تھامتے ہیں معیشت ملکی
میرے حاجی BLACK بلیکیا کے مالک

—:۲۴:—

یہ ترازو کا ہے نشیب و فراز
کون کہتا ہے تولتے کم ہیں
اِن سے تکرارِ نرخ مت کیجے
آپ حاجی ہیں بولتے کم ہیں

—:۲۵:—

رنگِ محفل کی شان لاتے ہیں
اور بھارت کی جان لاتے ہیں
کتنے با ذوق ہیں مرے تاجر
غلہ دیتے ہیں پان لاتے ہیں

—:۲۶:—

PERMIT
آپ پرمٹ بڑی سفارش سے
حاکموں سے اُچک لیتے ہیں
کتنا ایثار ہے انہیں ہاتھوں
عام لوگوں میں بیچ دیتے ہیں

—:۲۷:—

ایک ہی چیز کے علیحدہ دام
گاہکوں کو جو یہ بتاتے ہیں
یہ تو اک شانِ بے نیازی ہے
اللہ والے ہیں بھول جاتے ہیں

—:۲۸:—

جو اشیاء صرف کی ہو جائیں وافر
تو نرخوں میں گراوٹ جزوِ لازم
اصولِ منفعت کی رو سے لیکن
ہے چیزوں میں ملاوٹ جزوِ لازم

—:۲۹:—

غریبو! فاقہ مستو! دستکارو!
عمل سے آؤ تقدیریں بنائیں
ثوابِ آخرت تو تم کماؤ
سٹرلنگ اور ڈالر ہم کمائیں

—:۳۰:—

سمگلنگ، ہورڈنگ کے دم قدم سے
چمک اٹھا ہے نجمِ بختِ تاجر
معیشت ملک کی کتنی ہے مضبوط
کہ خوش مزدور بھی ہے اور آجر

—:۳۱:—

ثبت کرتی ہے نقش ہائے دوام
لبِ لعلیں کی ایک پچکاری
اف یہ گل کار، پان کے رسیا
کس ادا سے ہیں محوِ گل کاری (۱)

NOTE
(۱) [illegible]

—:۳۲:—

داغِ عصیاں، حرم میں دھونے کو
ہم گناہوں کے بار لاتے ہیں
واپسی پر، ثواب ڈھونے کو
اپنے ہمراہ کار لاتے ہیں

—:۳۳:—

مریضوں کو مجھ سے ہے یونہی لگاوٹ
ہے اخلاق کی انتہائی گراوٹ!
"شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن"
دواؤں میں اِس واسطے ہے ملاوٹ

—:۳۴:—

کتنے ہمدرد ہیں مرے تاجر
ایڈ بھی لا جواب دیتے ہیں
بے وجہ قیمتیں بڑھا کے مجھے
عرقِ تازہ گلاب دیتے ہیں

—:۳۵:—

ذخیرہ کی ہیں اشیائے ضروری
بجٹ سیزن جو یارو آ رہا ہے
مری یہ مومنانہ ہے فراست
ٹکٹ عُمرے کا بنتا جا رہا ہے

—:۳۶:—

مسئلہ کچھ نہیں سمگلنگ کا
اقتیار اپنے ہاں صریحاً" ہیں
آپ کسٹم کی فکر مت کیجئے
پورٹ پر ماموں جان Peon ہیں

—:۳۷:—

امن و عزت کی خاک اُڑتی ہے
قتل، ڈاکہ، زنا و مستی ہے
عام شہری کی بیوی، بیٹی کا
پرس چھنتا ہے، شرٹ پھٹتی ہے

—:۳۸:—

بندگانِ سیم و زر رہبر بنیں
ملک سارا لُوٹ کر جیبیں بھریں
ٹھیک رہ سے ہٹ گئے شعبے تمام
کون سی کل اونٹ کی سیدھی کریں

—:۳۹:—

یہ پروفٹ ہے مولوی صاحب!
سُود ہرگز نہیں زِ اصلیّت
میرے بینکوں کی رصد گاہوں میں
کیوں نہ بدلے یہ اپنی ماہیّت

—:۴۰:—

قصائی ہے قریشی، نائی بھٹی
اور انصاری جولاہے، ڈوم ہاشم
"جمالِ ہم نشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم"

—:۴۱:—

کان چھدوا لئے ہیں میں نے بھی
اور باجی نے "گُت" کٹائی ہے
"دکن ٹُھما" ہوں میں "ٹھن ٹُھنا" تو نہیں
پھر دُہائی یہ کیوں مچائی ہے؟

—:۴۲:—

کھیلو نظم چوپٹ ہو گیا ہے
کہ گھر والوں کی آپس میں ٹھنی ہے
اِدھر میاں ہے بے بس اور مجبور
اُدھر بیوی ہر اک کی ماں بنی ہے

—:۴۳:—

حکم بیگم کا ہے بڑھاپے میں
مونچھ کٹواؤ، ریش منڈھواؤ
وہ نہ کھاؤ، لباس یہ پہنو
آدمی بے نظیر بن جاؤ

—:۴۴:—

صبر کا گھونٹ پی لیا میں نے
اور ہونٹوں کو سی لیا میں نے
اب تو بیگم! سکوں سے مرنے دو
عمر کے سنگ جی لیا میں نے

—:۴۵:—

"اُن" کے تیور گویا میری زندگی
اور اطاعت میں نہاں تابندگی
احترامِ خواہشِ بیگم "نجات"
"زندگی بے بندگی شرمندگی"

—:۴۶:—

آپ بے حد خدا رسیدہ ہیں
نام ہے "الحاج شیخ بسم اللہ"
مارکیٹ سے ہر ایک شے غائب
جب لگاتے ہیں ضربِ "الا اللہ"

—:۴۷:—

بنیا ہندو ہو، "سیٹھ جی بلراج"
ہو مسلماں تو "شیخ جی الحاج"
طور وطنیت بھی امتیازی ہے
وہ ہے تاجر تو یہ وطن تاراج

—:۴۸:—

خون صارف کا چوسنے سے غرض
اور بازو مروڑنے سے غرض
ٹیکس دینا ہمارا شیوہ نہیں
صرف پیسہ بٹورنے سے غرض

—:۴۹:—

ملک دیوالیہ ہو، میری بلا
یا کہ بحران میں ہی کھو جائے
ہو مرے واسطے یہی قانون
کچھ نہ "دوں"، پر منافع ہو جائے

—:۵۰:—

بہر دفع مرض مرے مولا!
یہ مریض غریب جائے کدھر؟
زندگی اور صحت کے ضامن کی
انگلیاں نبض پر، نظر ہے جیبوں پر

—:۵۱:—

سبق ہے سٹہ بازوں نے پڑھایا
کہ فوراً "آؤٹ" (OUT) ہو کر واپس آنا
رقم جوئے کی پِچ (PITCH) پر یاد رکھنا
مزے سے کھانا پینا اور اڑانا

—:۵۲:—

رنگِ بے گل فشاں ہے چہرے سے
تارِ رشوت عیاں ہے چہرے سے
مال و زر کو سمیٹنے کی بھوک
خوب جلوہ فشاں ہے چہرے سے

—:۵۳:—

حق و انصاف کہاں جوہرِ قابل کیلئے
یاں تو ہر اہل کو نا اہل گرا دیتے ہیں
کچھ تو خود اونچا پھدکتے ہیں جیالے ماں کی
اور کچھ بانس پہ ہم انکو چڑھا دیتے ہیں

—:۵۴:—

بیٹری اپنی چارجنگ کیلئے
آپ بے شک حجاز جائیں حضور!
اک ڈرائیر اور ایک وی سی آر
"تحفتہ" واپسی پہ لائیں ضرور

—:۶۵:—

شکر مولا کہ صاحبزادے کا
رنگ لایا ہے ذوقِ استعداد
رت نئے تجربوں کا فرد نچوڑ
مال جعلی ہے کرلیا ایجاد

ناچ اور گانا

—:۱:—

تلاوت، نعت اور حمد و ترانہ
یہ فرسودہ روایات زمانہ
مسلمانو! پنپنا چاہتے ہو
تو پھر سیکھو میوزک، ناچ گانا

—:۲:—

تلاوت ذکر اور نعتوں کی لے پر
بدن کا ریشہ ریشہ جھوم اٹھا ہے
بدیشی کیسٹوں، ڈسکوں کی دھن پر
بدن کا گوشہ گوشہ گھوم اٹھا ہے

—:۳:—

گلوکاروں و رقاصوں نے یارو!
ریاضت کرکے ہی نروان پایا
گلا ہے سارے گاماں، پادھانی سا پیہ
سُروں کی تال میں بھگوان پایا

—:۴:—

اداکاروں کی کرپا اور دیا سے
تھرکتا انگ ہے اور من ہے ڈولے
کبھی دیوی، کبھی بھگوان درشن
یہ سنگت ہر سے امرت ہے گھولے

—:۵:—

"نسیماں بائی" کے سنگ "خان بلبل"
سپر اسٹار "رچھپنا" آ رہا ہے
بڑی ڈسکوری ٹیلنٹ کی ہے یارو
وطن دن دگنی "جگنی" پا رہا ہے

—:۶:—

گویّے، بھانڈ، سازندے کا مرنا
مرا اسلام گویا کھو گیا ہے
گلے مل مل کے سکھیو! آؤ روئیں
کہ پاکستان رنڈوا ہوگیا ہے

رشوت

—:۱:—

سر کا صدقہ نکال کر نکلیں
جیب میں نوٹ ڈال کر نکلیں
شہر کا موڑ موڑ ناکہ ہے
اپنی عزت کھنگال کر نکلیں

—:۲:—

دفتروں کی غلام گردش میں
اپنی فائل سنبھال کر چلئے
منہ گٹر کے کھلے ہیں پھسلن ہے
چال بھی دیکھ بھال کر چلئے

—:۳:—

بانی مرے وطن کے محمد علی ہی ہیں
بوندیں کچھ اس میں خونِ لیاقت علی کی ہیں
صد شکر آج کارِ حکومت کے واسطے
رشوت علی جو ہیں تو سفارش علی بھی ہیں

—:۴:—

ویگنوں کی بے ہنگم آرائی
(MONTHLY) منتھلی کا جواز بے جرمی
سائیکل کی سبک خرامی بھی
سخت بے ضابطگی و بے شری

—:۵:—

نیلے نوٹوں پہ قائداعظم
تیری فوٹو پہ جان دیتا ہوں
لوگ ناحق سمجھتے ہیں رشوت
میں تبرک سمجھ کے لیتا ہوں

—:۶:—

لال، نیلے اور سبز نوٹوں کی
فضلِ ربی سے خوب بارش ہے
تیری تصویر قائداعظم!
ایک منہ بولتی سفارش ہے

بیگانگیء دیں

—:۱:—

اسلام کی اقدارِ درخشندہ مٹا دو — حائل ہے مری راہ میں اب سنتِ نبویؐ
قوموں کا وجود اُن کے ہے اوطان پہ موقوف — متروک ہے اب نظریہء وحدتِ ملی

—:۲:—

نقال و چاپلوس اور بے دین و بے عمل
بدلی ہے خوب ملتِ بیضا کی ذہنیت
کل تک تھا جس کا ہر قدم خود سمت لزوم
اس پر یہود کی سی مسلط ہے مسکنت

—:۳:—

توقع خیر کی خاور ہو کیونکر
ہو نصب العین جب ایذا رسانی
برائے مسلم آزاری بہم ہیں
یہ سرخے، رام راجی، قادیانی

—:۴:—

یہ مرکزِ عرفاں یہ بزرگوں کے مزارات
اعجازِ نبوت کے درخشندہ نشانات
بیگانگیٔ دیں کی جہالت کے اثر سے
یاروں نے بنا ڈالے ہیں تفریحی مقامات

—:۵:—

جنوں میں جذبِ پنہانی نہیں ہے
کہ دل میں نورِ ایمانی نہیں ہے
کچھ ایسا دیں سے بیگانہ ہوا ہوں
مسلماں ہوں، مسلمانی نہیں ہے

—:۶:—

بڑھتا جاتا ہے حد سے ذوقِ جدت
کہ اب باقی نہیں ہے دیں سے رغبت
ازم کی دُھن میں، میں نے کھو دیا ہے
شکوہِ دین و ملت، عزم و ہمت

—:۷:—

کہیں سوشل ازم کا دین موجود
کہیں کمیونزم مطلوب و مقصود
بڑھی اتنی رواداری؟ مسلم
ازم سب ہیں، مسلمانی ہے مفقود

—:۸:—

مذہب جنابِ شیخ ہے ذاتی معاملہ
دل بستگیٔ دینِ کہن کے وہ دن گئے
ہیں آپ تا ہنوز پرانے خیال کے
اب تو ہیں رند و ساقی و جام و سبو نئے

—:۹:—

مغنی کی نوا میں کھو گیا ہوں
سراپا رقص و نغمہ ہوگیا ہوں
ذرا اِس ذوق کی جدت تو دیکھو
اذاں سنتے ہی فوراً سو گیا ہوں

—:۱۰:—

درِ اغیار کی ہے کاسہ لیسی
مقدر بن گئی ذلت، اسیری
ہوا قرآں سے بے بہرہ جو مسلم
نہ دل بیدار نے روشن ضمیری

—:۱۱:—

حرف "لا" گر بیان ہوتا ہے
ملک جنت نشان ہوتا ہے
کوئی حق گو جو کہہ دے "الا اللہ"
تفرقے کا گمان ہوتا ہے

—:۱۲:—

ہر قدم پہ خدا سے نو میدی
کوئی حد بھی ہے بے یقینی کی
عین ساحل پہ ڈوبنے والے!
کیا یہ منزل ہے خود گزینی کی؟

—:۱۳:—

جب تک کہ رہا سنتِ نبوی کا میں راہی
تھا منبرِ ارشاد کا اک زندہ سپاہی
اغیار کی تقلید کا لیکن یہ اثر ہے
سب قوتیں خوابیدہ ہیں بکتا ہوں میں واہی

—:۱۴:—

کافر ہو کہ مشرک ہو منافق ہو کہ ملحد
ظاہر میں بھی، باطن میں بھی، اک ملتِ واحد
لیکن یہاں آپس میں ہر اک برسرِ پیکار
مُلا ہو کہ صوفی ہو مُقلد ہو کہ زاہد

—:۱۵:—

کیا خوب ہے صیہونی فراست کا کرشمہ
مسلم پہ بھی غالب ہے یہودی کی سیاست
بیگانہ ہوا دیں سے جو دلدادۂ تجدید
مومن کی سی غیرت، نہ وجاہت نہ فراست

—:۱۶:—

برِصغیر، مشرقِ وسطیٰ ہو یا بعید
اپنا رہے ہیں غیر کی طرز و نمود کو
سمجھائے کون مسلمِ سادہ کو اے ندیم!
اسلام سے ہے بیر فرنگ و یہود کو

—:۱۷:—

جب سے ٹھہرائے قاضی الحاجات
میں نے نصرانی و ہنود و یہود
دیں سے دُوری و ترکِ قرآں سے
ذہن مفلوج، شَل ہے رُوح وجود

—:۱۸:—

مری بے گانگیء دین و ملت
برائے غیر یہ ہرزہ سرائی
کہاں لے جائے گی مجھ کو نہ جانے
نفس کی پُر فریبی، خود نمائی

—:۱۹:—

شریعت کی غلامی سے ہوں آزاد
کوئی دیکھے میری جدّت پسندی
خدا کی اور محمدؐ کی اطاعت
مرے نزدیک ہے رجعت پسندی

—:۲۰:—

نئی تہذیب نے مجھ کو عطا کی
یہ آزادی یہ دیں سے بے نیازی
بزرگوں کو کوئی سمجھائے بللہ
ہے مجھ پہ شاق اُن کی لے نوازی

—:۲۱:—

کوئی ختمِ نبوت کا مخالف
کوئی سرگرم در تعلیمِ الحاد
کوئی حکمِ زباں بندی سے مجبور
کہ بستہ سنگ ہیں اور سگ ہیں آزاد

—:۲۲:—

آویزشِ باہم سے مسلماں کی قبا چاک
ہشیار ہے مشاق ہے تہذیب کا فرزند
صناعیء خیاط کہ سی ڈالا ہے اِس نے
اسلام پہ ہر نظریہء غیر کا پیوند

—:۲۳:—

خود داری و ایثار و عمل اپنے وسائل
اے ملتِ بیضا یہی فقر ہے شاہی
محروم ہوئی نصرتِ ربی سے وہ ملت
جس قوم کے ہاتھوں میں ہو کشکولِ گدائی

آزادیء افکار

—:۱:—

حوریں یہاں بھی ہیں تو ٹیڈی ہیں فرشتے
افیون و چرس، بادۂ گلفام بہت ہے
یہ ناچ، یہ گانے اور یہ آزادیء افکار
اس دور کی جنت میں بھی آرام بہت ہے

—:۲:—

سجدے میں گرے رب کی رضا میں جو فرشتے
ابلیس سیہ کار کو ہڑتال کی سوجھی
آزادیء افکار نے کیا گل ہیں کھلائے
ہر بندۂ بے کار کو ہڑتال کی سوجھی

—:۳:—

سنا ہے ملک اتنا ہوگا خوشحال
نگار و رقص و نغمہ جام ہوگا
خدا خوفی کی زنجیریں نہ ہوں گی
کہ آزادی کا دورِ عام ہوگا

—:۴:—

سنا ہے ملک کی تعمیرِ نو سے
کہن قدروں کی بربادی ہی ہوگی
تمیزِ مرد و زن ہوگی نہ مذہب
مساوات اور آزادی ہی ہوگی

تعلیم نو

—:۱:—

بیگانہء دیں کرتی ہے آوارۂ اخلاق
اس دور کی تعلیم بھی ہے زہرِ ہلاہل
مردانِ خدا مست کہ ہیں قوم کی تقدیر
تہذیب کے فرزند کی نظروں میں ہیں جاہل

—:۲:—

روشن تھی کبھی ملتِ بیضا کی یہ تاریخ
قرآن و احادیث و اجماع و سُنن سے
سیارۂ تعلیمِ نوی اوج پہ ہے آج
ہر ذہن ہے ماؤف مقالاتِ کُہن سے

—:۳:—

دست آموز مرغ کی مانند
ظاہری شے پہ ہی لپکتا ہے
دل کا یہ کاروانِ بے راہرو
دیکھئے اب کہاں پہ رکتا ہے؟

—:۴:—

حسنِ فکر و عمل کی آزادی
مسجدیں ہیں جماعتی مرکز
نسلِ نو کی کمال تربیت
درسگاہیں [illegible] مرکز

ولیمہ اور برات پر طعام کی پابندی (۱۹۹۷ء)

—:۱:—

شادیوں میں طعام ناجائز
خوب پُر لطف ہے یہ پابندی
شرم سے سر جھکائے بیٹھے ہیں
میزباں بھی اور ان کے مہماں بھی

—:۲:—

"تیل مہندی" ہو یا ولیمہ ہو
جنج ہالوں کا بول بالا ہے
اور مہماں کی خدمتِ اقدس؟
اک سموسہ ہے پیپسی کولا ہے

—:۳:—

داج لاکھوں کا "گفٹ" لاکھوں کے
گھر میں پیا کے پہنچ جاتے ہیں
اور "بدھو" نڈھال خالی پیٹ
خیر سے گھر کو لوٹ آتے ہیں

—:۴:—

شان و شوکت سے میرے گھر آئیں
سخت تاکید ہے ضرور آئیں
ہاں! "سلامی"، "نیوندرا" دے کر
کھانا اپنے گھروں میں جا کھائیں

—:۵:—

خوش "پوشاکی"، طعام پاکیزہ
مجھ مسلماں کی ہے علامت بھی
کس عقوبت کی ہے سزا یارو؟
"گوشت روٹی" چھنی مسلماں کی

—:۶:—

گوشت اور روٹی کا کھانا جرم ہے
کیک بسکٹ کھائیے میرے حضور!
شادیوں میں از پے قومی بچت
رکھ کے روزہ آئیے میرے حضور!

—:۷:—

لہذا دلہن کو دے کے Envelope
دولہے ناشاد شاد رکھے گا
پھر ملیں گے "کبھی"، خدا حافظ
بس دعاؤں میں یاد رکھے گا

—:۸:—

اب یہ مہماں نوازیاں چھوڑو
اور اپناؤ طرزِ افرنگی
لنچ اپنا جو ساتھ لاؤ گے
"مُلک" سے دور ہو گی سب تنگی

جام و مینا

—:۱:—

عشق محوِ جمال ہو جائے — بے نیازِ مآل ہو جائے
آیئے میکدے میں چلتے ہیں — کچھ طبیعت بحال ہو جائے

—:۲:—

نیتوں پر ہے انحصارِ عمل
دور ہم اِنقباض کرتے ہیں
لوگ میری شراب نوشی پر
جانے کیوں اعتراض کرتے ہیں؟

—:۳:—

معافی چاہتا ہوں میکدے میں
جو حاضر ہو سکا اب تک نہ ساقی!
علالت ہو گئی ہے دور لیکن
تھی دستی کی کمزوری ہے باقی

—:۴:—

رِند دشنام کا مزا لینے
واعظوں کے حضور جاتے ہیں
مُنہ کا پھر ذائقہ بدلنے کو
میکدے سمو ہی لوٹ آتے ہیں

—:۵:—

چشمِ ساقی کا اِذنِ محویّت
میکدے کی عجیب کیفیّت
جام و مینا دے ہیں سجدہ کناں
میکشوں کی بھی کم ہے حیثیت

—:۶:—

حسنِ گل میں مِلا کے پیتے ہیں
محفلوں کو جما کے پیتے ہیں
مرگِ توبہ پہ ہنسنے والے
بادلوں کو رُلا کے پیتے ہیں

—:۷:—

میکشوں کی بھی شان ہوتے ہیں
اور محفل کی جان ہوتے ہیں
وقتِ مستی جو پھول جھڑتے ہیں
حسنِ معجز بیان ہوتے ہیں

—:۸:—

ہوٹلوں سے منگا کے رکھتے ہیں
ٹیبلوں پر سجا کے رکھتے ہیں
تندرستی کے جُزوِ لازم کو
گھر کی زینت بنا کے رکھتے ہیں

—:۹:—

بعض مہمان ایسے ہوتے ہیں
ہوٹلوں میں بلانے پڑتے ہیں
بعض ایسے مسائل ہوتے ہیں
بوتلوں میں چھپانے پڑتے ہیں

—:۱۰:—

محتسب کو بڑی مسرت ہے
ہے جو بندش شراب پینے کی
ڈاکٹروں کی سند کی برکت سے
ڈھونڈ لیتا ہوں راہ جینے کی

—:۱۱:—

گھر میں بیٹھے بٹھائے صاحب کو
مے خانہ تباہ ملتی ہے
ہم سے خانہ خراب رندوں کو
ہوٹلوں میں پناہ ملتی ہے

—:۱۲:—

سنبھل کر بزم میں بیٹھو کہ رندو!
عبث ہے یاں پہ زعمِ پارسائی
چھلکتا ہے جو جامِ چشمِ میگوں
سمجھتا ہوں کہ باری میری آئی

—:۱۳:—

یہ جو بجلی سی کوند جاتی ہے
میکدے کی وہ رہ سجھاتی ہے
میکشو! دوڑ دوڑ کر آؤ
چشمِ ساقی ہمیں بلاتی ہے

—:۱۴:—

فیضِ ساقی، بقدرِ ہمت و ظرف
ایک عالم یہاں شرابی ہے
کوئی مستِ الست ہے یارو!
کوئی صدیقؓ و بوترابیؓ ہے

—:۱۵:—

میں نے روزِ ازل میں بھی پی تھی
بزمِ امکاں کا بھی شرابی ہوں
آپ بے شک پرے ہی رک جائیں
حوضِ کوثر سے میں ذرا پی لوں

لاؤڈ اسپیکر

—:۱:—

لاؤڈ اسپیکروں پہ مشقِ سخن
رات دن فیضِ عام ہے جاری
ذہنِ حساس شور سے مفلوج
بے بسوں پر ہے بے کسی طاری

—:۲:—

بے حسی کی محبتوں کے نشے
وقت بے وقت صحبتوں کے نشے
لاؤڈ اسپیکروں کی برکت سے
خلوتوں میں بھی جلوتوں کے نشے

—:۳:—

اے مریضانِ دردِ تنہائی!
کار فرما ہیں لاؤڈ اسپیکر
ظاہری، باطنی مرض کے لئے
اک مسیحا ہیں لاؤڈ اسپیکر

—:۴:—

خدمتِ ملک و دین کرتے ہیں
لاؤڈ اسپیکروں پہ بندہ نواز
قیدِ تنہائی سے چھڑاتے ہیں
کس مروت سے میرے چارہ ساز

رہبرانِ کرام

—:۱:—

قرآن ہو، اسلام ہو، ملت کہ وطن ہو
ان سبکی حفاظت میرے مولا تیرے ذمے
لیڈر ہوں، سروکار نہیں دین و وطن سے
کرسی کی حفاظت میرے مولا میرے ذمے

—:۲:—

کیا محب الوطن ہیں بیچارے!
ملک و ملت پہ جان دیتے ہیں
ملک کے اِستحکام کی خاطر
روز تازہ بیان دیتے ہیں

—:۳:—

کتنے مخلص ہیں قوم کے خادم
درد مندوں کو گھیر لیتے ہیں
ووٹ لینے کے بعد جانے کیوں؟
آنکھ فوراً ہی پھیر لیتے ہیں

—:۴:—

ملک و ملت پہ خوب مرتے ہیں
ہر گھڑی دم اسی کا بھرتے ہیں
نام گرچہ خدا کا لیتے ہیں
کام لیکن بتوں کا کرتے ہیں

—:۵:—

ہیرا پھیری بھی مستقل فن ہے
جس میں دولت کا کچھ حساب نہیں
یوں تو سب کاروبار ہیں اچھے
لیڈری کا مگر جواب نہیں

—:۶:—

خدمتِ قوم مفت کرتے ہیں
قوم پر مطلقاً نہیں ہیں بار
شاملِ حال فضلِ ربّی ہے
صد ستائش یہ جذبۂ ایثار

—:۷:—

تسلّی وعدہ اور بیم و رجا سے
مجھے بہلا رہا ہے ہر ادا سے
کرشمہ سازیاں اس کی سلامت!
"خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے"

—:۸:—

نگار و رقص و نغمہ اور مے سے
زمانے بھر کا ہیرو بن گیا ہوں
مری اِن رنگ رلیوں کی چتا میں
وطن جلتا ہے، نیرو بن گیا ہوں

—:۹:—

اہلِ اللہ کی ہم نشینی میں
آخرت کا ثواب ملتا ہے
اہلِ ثروت کی بارگاہ میں
مال و دولت، خطاب ملتا ہے

—:۱۰:—

زہے یہ سائنٹفک سی اصطلاحیں
زہے یہ راہنمائی، حکمرانی
ہے جن کا قبلۂ حاجات یورپ
کریں گے اب ہماری پاسبانی

—:۱۱:—

بحث میں اختلاف ادنیٰ پر
فتوۂ کفر داغ دیتے ہیں
بردباری کے، مفتیانِ کرام
کیسے روشن چراغ دیتے ہیں

—:۱۲:—

دورِ حاضر میں دین فہمی کے
جا بجا آشکار ہیں جلوے
مفتیٔ دیں کی مہربانی سے
خوب ارزاں ہیں کفر کے فتوے

—:۱۳:—

اک معرکہ برپا ہے سر منبر و محراب
الفاظ کے پیچوں میں الجھتی ہیں قبائیں
دستار فضیلت کے خم و پیچ سے بچ کر
یہ سادہ مسلمان، الٰہی! کہاں جائیں؟

—:۱۴:—

اے شیخ! اجازت ہو، خدا لگتی کہوں بات
شاید ہے تری مسند و دکان کو خطرہ
اللہ کا دیں زندہ و پائندہ رہے گا
اسلام کو خطرہ ہے نہ قرآن کو خطرہ

—:۱۵:—

گو جبہ و دستار کی بازی ہے سرِعام
قرآن کو، اسلام کو، کچھ فرق نہیں پڑتا
بے لوث ہے، لاریب ہر عام مسلمان
اِس بندۂ بے دام کو کچھ فرق نہیں پڑتا

—:۱۶:—

ہر مسلکِ دیگر سے شب و روز ہے تکرار
کیا شوخیٔ گفتار میں یک گونہ لچک ہے!
مذہب کے پسِ پردہ سیاست کا یہ غلبہ
اک نشۂ قوت ہے کہ منصب کی جھلک ہے؟

—:۱۷:—

جس قوم کے عمّال ہوں راشی و بد عمل
اُن کی سرشت میں کہاں فرقِ خوب و زِشت
قدرت کی ہو تعذیر یا تادیب الاماں
ناحق ہیں خونریزیاں برباد باغ و زِشت

—:۱۸:—

میں ہوں اک نوگرفتہ ہم صفیرو چھوڑ دو مجھکو
مری آزادیٔ افکار کی ہے داستاں فرضی
بناؤں گا قفس میں اک علیحدہ آشیاں اپنا
ہے اس تجویز میں شامل مرے صیاد کی مرضی

—:۱۹:—

رہبر ہیں دردِ قوم میں کس درجہ مضطرب
اک ہاتھ جام پر ہے' اک ام الکتاب پر
خوش ذوقیٔ مزاج کہ ہنگامِ درد و غم
کرتے ہیں رقصِ نغمہ و تارِ رباب پر

—:۲۰:—

دلوں میں دردِ لیلائے وطن ہے
پریشاں اور مضطر جان و تن ہے
اگر ہم سب کا مقصد اک ہے ٹھہرا
تو پھر کیوں اختلاف و سُوءِ ظن ہے؟

—:۲۱:—

نکتہ وروا شیرازۂ ملت بکھر نہ جائے
شاید یہ امتحان ہے چرخِ کبود کا
مجھ کو بھی ہاں بتایئے ہے کس کا فائدہ؟
نصرانی و یہود یا قومِ ہنود کا؟

—:۲۲:—

وعظ میں بھی بلا کی ایکٹنگ ہے
اور قرآن گا کے پڑھتے ہیں
مولوی جی بڑی ریاضت سے
سننے والوں کو رام کرتے ہیں

—:۲۳:—

بہت گھبرا گیا تھا فاقہ مستو!
سنا ہے وہ مرض کو پا گئے ہیں
دلوں کی الجھنوں کو دور کرنے
نیا اک فارمولا لا رہے ہیں

—:۲۴:—

سلطنت کے رموزِ سر بستہ
بر سرِ عام لا کے رکھتے ہیں
اور منصوبہ ہائے تعمیری
فائلوں میں سجا کے رکھتے ہیں

—:۲۵:—

خدا ہر چیز پر قادر ہے یارو
گرفتِ ایزدی سے کون باہر؟
اگر فرعون پیدا ہوگئے ہیں
یقیناً" کوئی موسیٰ ہوں گے ظاہر

—:۲۶:—

اِدھر ملت کا شیرازہ پریشاں
اُدھر یہ ضدؔ صنم کی بات مانیں
خدا جانے یہ کیسی مصلحت ہے؟
رموزِ پادشاہی شاہ جانیں!

—:۲۷:—

اہلِ دنیا کو فکر لاحق ہے
سخت نایاب ہے سپید ہاتھی
شکرِ مولا! کہ میری دھرتی میں
نسل یہ ہو گئی مری ساتھی

—:۲۸:—

سرِ محفل ہے وہ جوشِ خطابت
عرق آلود تابندہ جبیں ہے
لبوں پر خدمتِ خلقت کا دعویٰ
ہوس کرسی کی دل میں جاگزیں ہے

—:۲۹:—

کتنے اچھے ہیں بھائی جان مرے
تھپتھپاتے ہیں مجھ کو لوری میں
اور جب نیند آنے لگتی ہے
بھیج دیتے ہیں لاش بوری میں

—:۳۰:—

ہوں برہمن کا بندۂ بے دام
اور دلدادۂ بت افرنگ
خود بھی پیتا ہوں اور پلاتا ہوں
خون مسلم کا بادۂ گل رنگ

—:۳۱:—

خود ہی لندن جلا وطنؔ ہو کر
"رہبرِ قوم" ہوگیا ہوں میں
سازشوں، جوڑ توڑ کے بیج
جا بجا تم میں بو گیا ہوں میں

—:۳۲:—

خون کروائیں ڈالروں کے عوض
کھال کھنچوائیں ڈالروں کے عوض
بھاؤ بڑھوا دیا ہے بھیا نے
لاش بھجوائیں ڈالروں کے عوض

—:۳۳:—

گرچہ بھارت مری جنم بھومی
اور وطن "پاک" چھوڑ آیا ہوں
ملک کیا سب جہان ہے فانی
میں "جناح پور پلان" لایا ہوں

—:۳۴:—

تم نے کھولے ہیں کچھ شفا خانے
علم و فن کے سہولتی مرکز
چشمِ بد دُور بھائی جان کے بھی
مفت کے ہیں عقوبتی مرکز

—:۳۵:—

گو سیاسی پناہ گیر ہوں میں
فطرتاً دیوداس ہوں یارو
سام انکل سے گاڑھی چھنتی ہے
اس کا ہر ٹیسٹ پاس ہوں یارو

—:۳۶:—

اُس قوم کی قسمت کا ہو اللہ نگہبان
جس قوم کی گردن پہ ہو زردار کا پنجہ
بڑھ جاتا ہے جب ظلم و ستم اپنی حدوں سے
پھر اس کو جکڑ لیتا ہے جبار کا پنجہ

—:۳۷:—

لاکھ پچکو اور چھیچھڑے پھینکو
ڈھب پہ آتے ہیں باؤلے بھی کہیں؟
وہ تو دیوانگی سے ہیں مجبور
کاٹنا ان کا دشمنی سے نہیں

—:۳۸:—

مری شہ رگ پہ ہے بزدار کا پنجہ
لہو ہے چوستا زردار کا پنجہ
کہاں ہے قوتِ حیدر کا داعی؟
بڑھے، جھپٹے، یہ اب خود دار کا پنجہ

—:۳۶:—

میرے گاؤں کے کچے کوٹھوں میں
جوہڑوں کی غلاظت و نم ہے
چودھری جی کے پختہ بنگلے میں
سنگ شکاری ہیں، مے ہے، خم خم ہے

—:۳۷:—

لے نہ ڈوبے اب کہیں یہ کوچواں
فکر کرلو ساتھیو! جانوں کی تم
پائیداں پر بیٹھ کر لٹکے ہوئے
کھینچتا ہے اونگھ میں ٹٹو کی دُم

—:۳۸:—

ہم غریبوں کا جینا دوبھر ہے
جان و تن اِن کی ذات کی ممدوح
زد جو خرمستیوں پہ ان کی پڑے
اِن کی ہو ممبری کا حق مجروح

—:۳۹:—

"صاحب جی" کو زکام ہے شاید
دورہ پھر پڑ گیا ہے دوروں کا
کالے ہاتھوں سے ہو شفا کیونکر
نبض پر ہاتھ ہے جو گوروں کا

—:۴۵:—

لوٹ کر عاجزوں کا بیت المال
اور بیت اللہ جا کے دوروں پر
قرض اربوں کا بخشواتے ہیں
عمر بھر کے گنہ چکاتے ہیں

سیاستِ ملکی

—:۱:—

پالیٹیشن کا پوچھتے ہیں آپ؟
جس کا ہر قول و فعل نیرنگی
جس کے نزدیک صدق لا یعنی
ذات پیچیدہ، بات ذُو معنی

—:۲:—

اللہ رے نیاگانِ کہن کی وہ سیاست
منشائے نبی، حکمتِ باری کا تماشا
اے گردشِ ایام! مگر میری سیاست
بازیچۂ اطفال، مداری کا تماشا

—:۳:—

غریبوں کے ہیں حامی میرے خواجہ
میں اَن پڑھ، مردِ میداں بن گیا ہوں
مبارک انقلاباتِ سیاست
وزیرِ بے قلمداں بن گیا ہوں

—:۴:—

نہ لائے جائیں گر بھاڑے کے ٹٹو
تو جلسے کی کوئی سیٹنگ نہیں ہے
بڑی بے لطف ہو جاتی ہے تقریر
خطابت میں اگر ایکٹنگ نہیں ہے

—:۵:—

نمرود کی لاٹھی ہے کہ فرعون کا ڈنڈا
ہر سمت مسلط ہے جو ڈنڈے کی حکومت
اے صاحبِ قوت! یہ بتا دے کہ مرا دیس
اسلام کی جنت ہے کہ شداد کی جنت؟

—:٦:—

اک طرفہ تماشا ہے مری ملکی سیاست
ہر لحظہ خلیفہ کا عمل اور بیاں اور
اس کھیل کے اسرار کو یہ آپ ہی سمجھے
ہر داؤ میں ہر پیچ میں اپنا ہی زیاں اور

—:٧:—

تھالی تھالی کا دانہ چُگتا ہے
کہ اکڑتا ہے کہ بدکتا ہے
یہ سیاست کا مرغِ دست آموز
دُم ہلاتا ہے اور پُھدکتا ہے

—:٨:—

حرم ہے یا درِ خیر البشرؐ ہے
ہر اک کا اپنا ہی ذوقِ نظر ہے
سُدھاریں شیخ کعبے اور مدینے
مرا کعبہ تو امریکہ کا در ہے

—:٩:—

راج ہٹ، بال ہٹ کہ تریا ہٹ
خان بابا! یہ کیا قیامت ہے!
اس پہ طرّہ سیاستِ ملکی
کس قدر بے نظیر آفت ہے

—:١٠:—

گرانی نے کیا ہے جینا مشکل
مگر مرنا تو آساں ہوگیا ہے
مبارک واعیانِ امن و قانون
کہ خونِ ناحق ارزاں ہوگیا ہے

—:١١:—

ضابطہ ہائے ٹیکس پیچیدہ
"کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی"
اہل کاروں کی خوب چاندی ہے
کچھ نہ پوچھے خدا کرے کوئی

—:١٢:—

عام چیزوں پہ ٹیکس لگتا ہے
ہر تعیش پہ چھوٹ بڑھتی ہے
خوب پھبتی ہے ہم پہ یہ پھبتی
"پانی مہنگا شراب سستی ہے"

—:١٣:—

ہر بجٹ پر گرانی بڑھتی ہے
اور قوتِ خرید گھٹتی ہے
کوئی بے چاری خلق سے پوچھے
تن کو فاقوں سے کیسے ڈھکتی ہے؟

—:١۴:—

حکم اللہ کا، ملک اللہ کا
بس اسی کی ہی پادشاہی ہے
دورِ حاضر کا حکمرانہ نظام
رہزنوں کی فریب گاہی ہے

—:١۵:—

کتنا مضبوط ہے نظامِ معاش
کالے دھن کا فروغ بڑھتا ہے
ٹیکس چوروں کی توند سے دب کر
فاقہ مستوں کا پیٹ گھٹتا ہے

توند سے دب کر

—:۱۶:—

درک رکھتا نہیں بصیرت کا
کیا کروں خاک ہی کا تودہ ہوں
"وہ" کراتے ہیں کام اُن ہونے
پھر بھی کہتے ہیں سخت بودا ہوں

—:۱۷:—

سر پہ چھجڑ ہے، کار پہ جھنڈا
مونچھ اکڑی سی، ہاتھ میں ڈنڈا
آ جو دھمکا ہے دیوِ ظلم و ستم
بچ نکلنے کا کس سے لوں گنڈا؟

—:۱۸:—

نظمِ انصاف عدالتوں کے پاس
نظمِ ملکی نظامتوں کے پاس
کیوں نہ ہو کُل نظام ابّا جان!
مابدولت سلامتوں کے پاس

—:۱۹:—

"زر ہضم" کچھ ڈکار آتے ہیں
اور "کُرسی بخار" باقی ہے
نشۂ اقتدار اُترا ہے
"چودھراہٹ خمار" باقی ہے

—:۲۰:—

کیا وطن کی سلامتی ہو عزیز؟
یا کہ اس کا ملامتی ہو عزیز؟
مشورہ دیجئے گا ابّا جان!
جبکہ ذاتی علامتی ہو عزیز

—:۲۱:—

اُن کے جانے کی سُن کے افواہیں
اک سیہ واسکٹ ہے بنوالی
فضلِ ربّی سمیٹنے کے لئے
اِک خفی باسکٹ ہے بنوالی

—:۲۲:—

دنیوی زندگی میں لہو و لعب
نفسِ امّارہ ہے مرا راعی
میں مخالف ہوں فکرِ مثبت کا
خود پرستی کا صرف ہوں داعی

—:۲۳:—

ہیٹ سولا، سِگار مُنہ میں لئے
سوٹ پہنے یہ کون آتے ہیں؟
شہر میں فون پہ خبر کردو
"HER میجسٹی کے عون آتے ہیں"

—:۲۴:—

وہ تو سُنتی نہ تھیں کسی کی بھی
یہ سمجھتے نہیں کسی کی بات
برکتِ انتخابِ شاطر سے
روزِ روشن مرا ہے کالی رات

—:۲۵:—

یہ ہے ناپختگی کہ کج فہمی؟
آج رہبر ہوا جو ہے رنجور
"روحِ جعفر" کی دیکھ پُرکاری
جس کے ہاتھوں یہ بے بس و مجبور

—:۲۶:—

سیم و زر کی یہ بھوک اُف توبہ!
قہر آئے' وبا نہ آ جائے
مجھ کو ڈر ہے مری روش پہ کہیں
شرم قارون کو نہ آ جائے

—:۲۷:—

یہ بغاوت ہے یا رعونت ہے؟
یا کہ اقدار سے خصومت ہے؟
ربطِ باہم' مشاورت مفقود
فردِ واحد ہی خود حکومت ہے

—:۲۸:—

کاروبارِ مملکت کے واسطے
اہلیت اور قابلیت؟ چھوڑیئے
ہے جیالوں اور متوالوں کا دور
وقت کے دھارے پہ رخ کو موڑیئے

—:۲۹:—

ٹیکس زرعی وڈیرے دیں کیسے
جبکہ تاجر بھی ٹیکس انکاری
قوم مفلس بنی' بھکاری بھی
ٹیکس دینے سے مطلقاً" عاری

—:۳۰:—

ملک و ملت کے ہر مخالف کا
ہاتھ تھاما تباہ کرنے کو
وائے بدبخت مستند دشمن
پھر بہم ہیں تباہ کرنے کو

—:۳۱:—

حکومت میری' ہر شعبہ ہے میرا
عدالت اور نظامت Mix کردو
ارے! قاضی کی جرأت آڑے آئے؟
اِسے بیٹھے بٹھائے Fix کردو

—:۳۲:—

پھیر سب لے آڑے "جیالے" اور
نان حلوے کو چند "متوالے"
لاٹھیاں کھا کے خلق جب بھاگی
رو پڑے دور بیٹھنے والے

—:۳۳:—

کون سنتا ہے دکھ بھری بپتا
اپنے ذاتی مفاد کے ہوتے
کوئی دشمن نہ دھمکیاں دیتا
ہم اگر کچھ غیور سے ہوتے

—:۳۴:—

منصبی کارہائے تعمیری
مرضیٔ یار پہ نپٹتے ہیں
آڑے آنے کی جو کرے کوشش
ہر جج اس کا وہیں الٹتے ہیں

—:۳۵:—

بھاویں سوچیا آں بھاویں پڑھیا آں
میں تے سجناں دا کردا چرچا آں
کم کراندے نے سب' مرے ہتھوں
کیہہ ہویا چنگا آں کہ کوڑھیا آں

—:۳۶:—

بیچ کر کچھ وسائلِ ملکی
ملک میں آ گئی ہے خوشحالی
اور باقی کے رکھ کے گروی اب
سود دینے کی راہ بھی پا لی

—:۳۷:—

کاغذوں پر سڑک بنا دی ہے
دولتِ ملک بھی لٹا دی ہے
ڈالتی ہے "دھمال" خوشحالی
بھوک ننگ "کلیتاً" مٹا دی ہے

—:۳۸:—

گیس، بجلی، لباس، آن، پانی
پہنچ سے دور ہیں مرے جانی!
ننگ بھوکا ہوا ہوں جب پیدا
کیوں نہ گھن گاؤں میں ترے جانی!

—:۳۹:—

پاسِ وعدہ نہ ہمت و غیرت
ملک کے بھی نہیں امیں نکلے
حیف رہبر ز شامتِ اعمال
رہزنوں سے بھی کیا کمیں نکلے؟

—:۴۰:—

صرف اِک کش کا ہے یہ مرغولہ
کیوں حکومت کا سانس ہے پھولا
میرے حقے کی گڑگڑاہٹ سے
لیڈروں کو ہے راستہ بھولا

—:۴۱:—

آؤ بچو کہ جھولیں ہم جھولا
میں نے بھی کرلیا ہے قیلولہ
خیر سے ہو گئی ہے نو ماہی
اب حکومت کو آؤ دیں جھولا

—:۴۲:—

فعل میرا نہیں ہے تخریبی
میں تو لیڈر ہوں اپوزیشن کا
فعل جائز ہے وہ مرے نزدیک
فائدہ جس میں ہو پوزیشن کا

—:۴۳:—

روز تازہ بیان دے دے کر
پھینکتا ہوں میں چٹکلوں کے بم
چار ووٹر بھی گرچہ ساتھ نہیں
پر سیاست کا شوق ہے محکم

—:۴۴:—

میرے نزدیک سب برابر ہیں
مشرق و غرب و عرب و عجم
پارٹیاں جو بدلتا رہتا ہوں
کر رہا ہوں غنیمتوں کو ہضم

—:۴۵:—

ملک گر توڑنے کے ہیں درپے
پھر تو فکر و نظر کی بات ہوئی
اور جب یہ سبھی کا گھر ٹھہرا
لامحالہ یہ "گھر کی بات" ہوئی

—:۴۶:—

پتلیاں ناچنے لگی ہیں پھر
ڈور تھامی ہے پھر مداری نے
طعمۂ زر بھی خوب ڈالا ہے
ہر کلیسا، صنم پجاری نے

—:۴۷:—

حقِ جائز چھوڑ کر بہرِ صنم
بھیک کا ہے خوب تر اندازِ نو
اب معیشت کی بحالی دیکھئے
کھا رہے ہیں پیاز سَو اور جوتے سَو

—:۴۸:—

اگر میں سربراہِ مملکت ہوں
تو ہر صورت ہوں پھر بالائے قانون
مری خواہش ہی ناداں ضابطہ ہے
عوامی طور پر ہوں جب کہ "ماذون"

—:۴۹:—

امن، انصاف، خوشحالی
کچھ معیشت کے مدھ بھرے سرگم
مسکراہٹ کے پھول، جا بے جا
ووٹ کا ہی کہیں نہ ہو موسم؟

—:۵۰:—

پھر "ترنگا" کا سرخ آندھی کا
ابر برسا ہے کیوں یہ "خواہ مخواہ"
حال جب غیر فطرتی ہے تو پھر
حشر برپا ہے کیوں یہ "خواہ مخواہ؟"

—:۵۱:—

"پختونخواہ" ہوں کہ "ہندکونخواہ" ہوں
گجر، بلوچ یا کہ "ہزارہ نخواہ" ہوں
باسی کڑھی میں آیا ہے پھر غیض کا ابال
ہر اک سے ڈر رہا جو میں "خواہ مخواہ" ہوں

—:۵۲:—

کر کے دیکھو تو کارِ تعمیری
مار کر بم اڑا دوں گا
پھر اٹھا کر "زبان" کا جھگڑا
یہ وطن خود بخود تڑا دوں گا

—:۵۳:—

کیوں صوبہ پرستوں کو ہوا خبطِ خدائی؟
کس شوخ کی شہ ہے جو یہ آواز اٹھائی؟
فطرت کے تقاضوں کو پسِ پشت نہ ڈالو
"قوموں کیلئے موت ہے مرکز سے جدائی"

—:۵۴:—

درونِ خانہ ہنگامہ ہے برپا
برونِ خانہ دشمن سر پہ آیا
محافظ اور مکیں دونوں ہیں مدہوش
یہ کس کافر کا غمزہ رنگ لایا؟

—:۵۵:—

تجارت، صنعت و حرفت، سیاست
رعایا اور راعی پارہ پارہ
رفیقو! کار پردازو ذرا سوچو
ہر اک شعبہ ہے کیوں ہنگامہ آرا؟

—:۵۶:—

سُود در سُود قرض لینے کا
کارکن کو سپاٹ ملتا ہے
ممبروں کو خصوصی کرنے سے
سستے داموں پلاٹ ملتا ہے

—:۵۷:—

آپ بے حد رسوخ والے ہیں
اور حکومت کی ہے آپ کو ٹیک
کیا ہوا چند عصمتیں لوٹیں
چشمِ بد دُور ہیں مگر وہ نیک!

—:۵۸:—

بڑے خلوص سے جن پر تھا اعتماد کیا
وہ مہربان حریفانِ جان و تن نکلے
سلگ رہی ہے جو سینوں میں ایک چنگاری
عجب نہیں کبھی ہو کر وہ شعلہ زن نکلے

—:۵۹:—

محافظ مصلحت میں کھو گیا ہے
دلِ شاہد حقائق پر ہے ڈولے
درِ انصاف یارو! کس کا رپیٹیں
کہ چُپ ہے فیصلہ، منصف ہے بولے

منصف

—:۶۰:—

نہ بجلی، نہ پانی، نہ کھیتی، نہ صنعت
مرے دیس میں چیت ساون ہو کیونکر
(KALA BAGH DAM)
کروں کیا؟ نہ بھائے انہیں "ڈیم کالا"
پیا ہی نہ چاہیں، سہاگن ہو کیونکر؟

—:۶۱:—

گالیاں، جھوٹ، مار پیٹ، فساد
سب کے ہاں یہ بُری وبائیں ہیں
میرے ایوانِ مقتدر کے یہاں
دلبروں کی حسیں ادائیں ہیں

—:۶۲:—

وِچ اسمبلی قنون بنا ایں
سوہنی سرکار دا کمیٹی آں
میں کو بُجّ مار کے اُٹھا ڈیویں
کنڈھ کے ہتھ میں وی چا کھڑا کرساں

—:۶۳:— (ELECTED MEMBERS)

چونویں جیلیوں کی ٹولی ہے
"ماہی بازار" وکھری بولی ہے
"با ادب با ملاحظہ ہشیار"
آج چمن ماہیوں کی ہولی ہے

سیاستِ افرنگ

—:۱:—

بظاہر حکمراں ہے گرچہ ملکی — حقیقت میں مگر ہے میر، افرنگ
اِسی کے فیض سے مسند نشیں ہے — مریدِ با صفائے پیرِ افرنگ

—:۲:—

کہیں دست و گریباں باہم
کہیں مدِ مقابل ہیں پرائے
نچاتا ہے مداری چیلیوں کو
وہیں یورپ میں ہی بیٹھے بٹھائے

—:۳:—

نظمِ جمہور جب سنبھلتا ہے
سام انکل کا دل مچلتا ہے
نئے مہروں کو خوب شہہ دے کر
پہلے مہرے وہیں پٹختا ہے

—:۴:—

بڑھ کے نادیدہ کوئی ہاتھ بجھا دیتا ہے
جب سلگ اٹھتی ہے آتش میری چنگاری میں
شیشۂ دل میں کسی شوخ کا چہرہ ڈھونڈو
"کوئی معشوق ہے اِس پردۂ زنگاری میں"

—:۵:—

صنعت و حرفت اور تجارت کو
ختم کر دو یہی ہے حکمِ فرنگ
قرض لو پی کے تالیاں پیٹو
ٹھمریاں گاؤ دادرے کے سنگ

ولی اور ولایت

—:۱:—

بطحا و حرم مرکزِ اعجازِ مسیحا
اسلاف کی جمعیتِ خاطر کا نشیمن
در شہرِ پُر آشوب(۱) زِیک چشم غلط بیں(۲)
ہر درد کا درماں بنا ماسکو-لندن

—:۲:—

ولی کا مرتبہ اللہ اکبر
کہ ما بعدِ نبوّت ہے ولایت
"ولی" کا مرتبہ "غفار" جانے
"براہِ خاص" پاتا ہے ہدایت

—:۳:—

حدیثِ پاک کا شاید ہے مفہوم
کہ سوئے ہند سے آتی ہے خوشبو
ولی کا رخ اگر ہے سوئے دلی
تو پھر کیوں اعتراض و ہاؤ ہو

—:۴:—

ولایت کا ہے فیضِ عام جاری
ہدایت ہر خفی کو ہر جلی کو
اگرچہ تم نہیں واقف ولی کے
ولی پہچانتا ہے ہر ولی کو

---

(۱)۔ (۲) شہر یا ملک کی افراتفری کے علاوہ "شہر آشوب" فنِ شاعری کی ایک صنف بھی ہے۔ مزید بر آں آشوب چشم آنکھ کی بیماری بھی ہے۔ اس کا علاج ایک خراب آنکھ دکھانے کے لئے بار بار لندن یاترا اور دوسری آنکھ سے دیکھنے ماسکو یاترا ـــ ع رموزِ سلطنتِ خویش خسرواں دانند۔

—:۵:—

نہیں مذہب سیاست سے علیحدہ — مگر منزل طریقت کی جلی ہے
مقامِ غوث ہے کس درجہ محمود — کہ ہم مولانا' لیکن وہ ولی ہے

نبوتِ کاذبہ

—:۱:—

ہر گام پہ یاں بکھرے ہیں تاویل کے پھندے
ہشیار اے آئینِ پیمبرؐ کے علمدار!
پھر قوتِ باطل نے نیا روپ ہے دھارا
پھر روحِ مسلیمہ کذاب(۱) نمودار

—:۲:—

کس کی شہ پہ یہ گل کھلایا ہے؟
دورِ حاضر کے عیسیٰ و مہدی!
یہ ہے ناداں! تمیز کا میداں
قولِ فیصل ہے "لانبی بعدی"(۲)

—:۳:—

یہ بحث یہ تاویل کہ ظلی ہے بروزی
ہر دام ہے صیاد کا ہر رنگِ زمیں آج
اے صاحبِ الہام! مجھے اتنا بتا دے
یہ ذہن کی افتاد ہے یا ذہن کی معراج؟

—:۴:—

سکھا کر فلسفے سے "فنِ تاویل"
عطا کرتے ہیں "نقدِ ناشناسی"
خدایانِ فرنگی' زور و زر سے
نبی مبعوث کرتے ہیں "سیاسی"

—:۵:—

اختلافِ مسائلِ دینی
ہوں فروعی' قبول کرتے ہیں
ہاں! گوارا نہیں وہ مفسد جو
انحرافِ اصول کرتے ہیں

—:۶:—

نئے الہام و تاویل و ہدایت لے کے آئے ہیں
امامت لے کے آئے ہیں رسالت لے کے آئے ہیں
مبارک ہو مسلمانو! کہ فیضی(۳) دورِ حاضر کے
نیا دینِ الٰہی با نبوت لے کے آئے ہیں

---

(۱) بدنام زمانہ کاذب "مسیلمہ کذاب" جس نے حضور علیہ السلام کے زمانۂ اقدس میں نبوت کا دعویٰ کیا۔
(۲) ترجمہ حدیث شریف "لانبی بعدی" یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (۳) شیخ مبارک کے بیٹے فیضی اور ابوالفضل جنہوں نے شہنشاہ اکبر کے نئے "دین الٰہی" کے نفاذ و ترویج میں نمایاں کردار ادا کیا۔

نوٹ: سرِ صفحہ قطعہ نمبر۵ مشہور علمائے دین مولانا محمد غوث ہزاروی و مولانا مفتی محمود صاحبان

سوشل ازم

—:۱:—

موئے قسلے کے ماں سے چھو کر
جو بھرشٹ ہوگیا ہے میرا دھرم
بار میں HAM کھا کے برگر میں
سوشلسٹ ہوگیا ہے میرا دھرم

—:۲:—

آدم کی سادگی پہ بھی قربان جائیے
ابلیس کے فریب میں پھر آج آگیا
تخلیقِ جنّ و انس تھی اِلاّ لیعبدون
مقصودِ زیست جس کو یہ روٹی بنا گیا

—:۳:—

روٹی، مکان، کپڑے پہ اترا رہا ہے دل
آن جانے خوف سے مگر گھبرا رہا ہے دل
دنیا بھی دل فریب ہے، عقبیٰ بھی دلفریب
اے شیخ! تھامنا! کہ بس اب جا رہا ہے دل

—:۴:—

کل تک تو پاسبانِ حرم کی نگاہ میں
قرآن ضابطہ تھا، مکمل حیات کا
تعمیرِ نو میں ذہن کی قدریں بدل گئیں
سوشل ازم ہے آج ذریعہ نجات کا

—:۵:—

تشکیک کے اس دور میں اُلجھن ہے آ پڑی
رو ہو بہ سوئے قبلہ یا اغیار کی طرف؟
مشکل کشا ہے کون؟ محبّانِ اہل بیت
سوشل ازم کی آگ یا خاکِ رہِ نجف؟

—:۶:—

اہلِ کتاب، نیشنلسٹ اہلِ قادیاں
سب آج متحد کہ سوشل ازم نجات
تثلیث کا ہے زور یا الحاد کا کمال؟
ملت ہے اِتحادِ ثلاثہ سے آج مات

—:۷:—

تمہیں ناحق ہے رنج سوشل ازم سے
نئی تحقیق منشا ہے سبھی کا
بظاہر اصطلاحِ نو ہے لیکن
یہ جزک نام ہے دینِ نبی کا

—:۸:—

جنابِ شیخ کی اس بات پر تو غور کر ناداں
اگرچہ بات ہے جنرل مگر دراصل جزک ہے
کہ غوغا دین و مذہب کا ہے اِستحصال کا باعث
یہی ہر حال میں سوشل ازم کا مدعا اک ہے

—:۹:—

آپ بھی خاور ہیں کیا خوب آدمی
دینِ محکم میں ازم بھی ہے کہیں؟
نورِ ایماں ضَوفشاں ہو قلب میں
ظلمتِ باطل ٹھہر سکتی نہیں

سرخے

قمری خوش نوا

—:۱:—

شفق بھی ہے سرخ لالہ و گل بھی سرخ
میں ساون کا اندھا ہرا دیکھتا ہوں
ہر اک شاخِ سبز اور تازہ پہ سرخے
گلابوں سے گلشن بھرا دیکھتا ہوں

—:۲:—

قمری خوش نوا ہو کہ عندلیب نغمہ سنج
عہدِ کہن کی ایک روایت حقیر ہے
دانشوروں کے فیض سے صحنِ چمن میں آج
سرخوں کا کاروبار ترقی پذیر ہے

—:۳:—

فکرِ باطل اور بے یقینی سے
تیر باقی رہے نہ ترکش میں
بے بسوں کا خدا ہی حافظ ہے
سرخ ریچھوں کے غولِ سرکش میں

—:۴:—

تم ترقی پسند ہو، لیکن
ہم حقیقت پسند ہیں یارو!
مادیت کے ہیں معرکے باطل
جسم جیتو، نگاہ و دل ہارو

—:۵:—

لے جا رہے ہیں کس طرف ملت کا قافلہ؟
اِن رہبروں کے نقشِ کفِ پا پہ غور کر
پردہ اٹھائے کون؟ اس سربستہ راز سے
اے سادہ لوح! سراب ہے صحرا پہ غور کر

—:۶:—

چھایا ہے عرب میں بھی اور ملکِ عجم میں
اُس سرخ سویرے کا یہ گھنبیر اندھیرا
اے گنبدِ خضرا کے مکیں! نظرِ کرم ہو
الحاد کی آندھی نے ہمیں آج ہے گھیرا

(بقایا معاشرتِ نو)

—:۳۶:—

رسالے، تاش، وی سی آر، ٹی وی
بڑا Dashing ہے یہ ماحولِ خانہ
جو رویا "منا" فیڈر منہ میں ٹھونسا
وہ لے آتے ہیں کیری ہوم کھانا

—:۳۷:—

بناؤ نوٹ، بیت المال کھاؤ
کہ دو روزہ جہانِ رنگ و بو ہے
مرا حق ہے کلو بھی واشربو بھی
مگر تیرے لئے "لا تسرفو" ہے

—:۳۸:—

میرے "صاحب" بلا کے Honest ہیں
خرچ بیگم کا ہے تحائف پہ
Contingencies پہ خرچ چلتا ہے
وقت سارا کلب میں کٹتا ہے

پیغامِ نو

کعبے کے ماسکو میں دربام ڈھونڈیے — کمیونزم کی آڑ میں اسلام ڈھونڈیے
ٹھکرا کے فکرِ بورژوا مذہب کی آڑ میں — لینن کے نظریات کا اتمام ڈھونڈیے
روحانیت کا نظریہ فرسودہ ہوچکا — آغازِ صبحِ سرخ میں اب شام ڈھونڈیے
ملّا کے سر کو پھوڑ کر، محراب توڑ کر — تعلیمِ نو میں دین کا انجام ڈھونڈیے
مسجد کہ چرچ ہوں یہ خرابے ہیں کامریڈ! — دونوں میں پھوٹ ڈال کر کچھ کام ڈھونڈیے
گیتوں میں، لوک ناچ میں، طبلے کی تھاپ پر — عیش و طرب کی بادۂ گلفام ڈھونڈیے
تقریرِ دلفریب اور نعروں کے شور میں — دانشورانِ قوم کا پیغام ڈھونڈیے
روٹی، مکان، کپڑا ہے سب مشکلوں کا حل — اب مادیّت میں زیست کا انعام ڈھونڈیے
یہی ازم ہے باعثِ تسکینِ قلب و روح — افیون و مے میں معرفت کا جام ڈھونڈیے
مذہب کے نام لیوا تو رجعت پسند ہیں — ان مفسدوں کے توڑ کا پیغام ڈھونڈیے

یہ حرفِ لا الٰہ تو خاور جنون ہے
دل سے اسے نکال کر آرام ڈھونڈیے

سرخ سویرا

(ادیبِ شہیر جناب ضمیر جعفری کے تتبع میں)

جاتا ہے جو ملک تو جائے، اپنے مطلب سے ہے کام
ڈالو پھوٹ، کرو ہڑتال، وقت کا حاکم ہو بدنام
اپنے دیس میں سرخا راج، سرخ سویرا سرخ ہی شام

فتنہ خیز، کرشمہ ساز، ظاہر میں ہیں دلارام
ہر فن مولا یہ فن کار، دل میں چھپیں ہیں غیر کا نام
اپنے دیس میں سرخا راج، سرخ سویرا سرخ ہی شام

ابن الوقت، زمانہ ساز، طوطا چشم یہ طوطا رام
"جمنا گئے تو جمنا داس، گنگا بیے تو گنگا رام"
اپنے دیس میں سرخا راج، سرخ سویرا سرخ ہی شام

بھان متی نے کنبہ جوڑا، بابو ہو گئے بولو رام
ماموں روسی، آنٹی ہندی اور ہیں انکل سام
اپنے دیس میں سرخا راج، سرخ سویرا سرخ ہی شام

اپنی ڈفلی غیر کا راگ، ادبی محفل کے ہنگام
"دانش ور" کے روپ میں سن لو ان کا یہ پیغام
اپنے دیس میں سرخا راج، سرخ سویرا سرخ ہی شام

باہم نفرت پیدا ہو، کرتے ہیں یہ ایسے کام
ان کا مقصد، ان کا حاصل لینن کا انعام
اپنے دیس میں سرخا راج، سرخ سویرا سرخ ہی شام

قتل و غارت، گھیراؤ اور شورش کی ترغیب عام
کیسا چوکا کاروبار، پرسو، پرسا، پرسا رام
اپنے دیس میں سرخا راج، سرخ سویرا سرخ ہی شام

پاکستان زندہ باد، زندہ پاکستان عوام
قوم کے ویری! تجھ کو ہم دور سے کرتے ہیں پرنام
اپنے دیس میں رب کا راج، سبز سویرا، سبز ہی شام

خاور سب کو پہنچا دو، قائداعظم کا پیغام
یہ ہیں سب اسلام کے دشمن، ہاتھ میں خنجر منہ میں رام
اپنے دیس میں رب کا راج، سبز سویرا، سبز ہی شام

نوٹ : سوشل ازم، سرخے، پیغام نو اور سرخ سویرا ۱۹۷۲ء میں لکھے گئے۔

"چور اُچکّے چودھری تے لُنڈی رَن پردھان"

لُچّے شُہدے موجاں مانن، عزت والے دھکّے کھان
جھوٹو جھوٹ چوتالی اے، تے پیسے وچ سب شان
دین ایہناں دا کرسی یارو، روپ بدل کے آوندے جان
جتھے ویکھن چنگا چوکھا، بھج کے لوٹے بن دے جان
چور اچکّے چودھری تے لنڈی رن پردھان

واری واری ملک نوں لٹ دے، کھو کھو کے سب کھان
بینکاں دے وی قرضے کھا کے، اپنے ڈھڈ ودھان
سودا لین جے یورپ بھیجو، وڈھی لے لے پیلاں پان
نال شرابے مستی کردے اوتھے وی ایہہ بنگلے پان
چور اچکّے چودھری تے لنڈی رن پردھان

خوناں دی جے ہولی کھیڈن وچ کھڑے میدان
بُھون والے اکھاں میٹ کے بن جاندے انجان
پنجے عیب شرعی وی کر کے مول پھڑے نہ جان
مک مکا دے زور تے ویکھو کردے کِڈا مان
چور اچکّے چودھری تے لنڈی رن پردھان

غیراں دے نے بجن ساتھی، یاراں نوں مروان
ایسے لئی جاگیراں ملیاں، نالے بنے ججمان
اوہ وچارے بھکّھے مردے، جیہڑے زمیاں واہن
خون پسینہ ہاری دا، ایہہ ویہلے چوری کھان
چور اچکّے چودھری تے لنڈی رن پردھان

ایہناں دے تے کتے بلے، رج رج کھندا کھان
ساڈھے جاتک گلیاں رل دے، گلوں وی ننگے بھکے بھان
کھرولیتی تے ویہلے پھردے پڑھ پڑھ ہوئے ہلکان
نقلاں مار کے چھوہر ایہناں دے افسر تے جمان
چور اچکے چودھری تے لنڈی رن پردھان

وچ اسمبلی قسمیں چیندے، کپڑے پاڑن بڑھکاں لان
الف دا ناں نہ کوکو جانن، قیدے تے قانون بنان
لنڈیاں دی اج منکا پھیرن مارن چیکاں ہون ہلکان
ساڈھی بگی داڑھی دے وچ دو دو بکیں کھیہاں پان
چور اچکے چودھری تے لنڈی رن پردھان

نہ کوئی لکھت نہ کوئی پرچہ فوناں اتے مال بنان
جے کوئی کچا چٹھا پھولے اوہدے نال ای جج مروان
قید ا نہاں دی سب توں وکھری جیلاں اندر بال جمان
بول بچن تے بھاشن بھبھجن خبراں دے وچ اَت مچان
چور اچکے چودھری تے لنڈی رن پردھان

ایڈے اچے اڈدے ہردم فرشاں اتے پیر نہ پان
کسے نوں اپنے جیہا نہ سمجھن کردے ایڈا مان
سوہنے رب جے ڈھل اے دتی اک نہ اک دن کھچے جان
اَت خدائی وی اے لوکو اوہدے بھجے آن ای آن
چور اچکے چودھری تے لنڈی رن پردھان

بڈھے ٹھیڑھے ہوکاں بھردے ہین بڑے حیران
چھڈ کے اتھے سب ٹرجاناں جے کوئی سمجھے ایہہ سمجھان
ہون جیاکے یا متواکے، ملک دے تھاور پوت کہان
تیرے ای نے دھیاں پتر، کیوں لگاں کرلان؟
چور اچکے چودھری تے لنڈی رن پردھان

جناب محترم حکیم عنایت نسیم سوہدروی

اِک نابغۂ وقت عنایت نسیمؔ تھا

یادش بخیر کس کے تصور کی ہے جھلک   لائی چمن میں آج نسیمِ سحر مہک
کلیوں میں گر چٹک ہے تو پھولوں میں بھی مہک   ہے حدِّ اعتدال پہ خورشید کی چمک
کیا روبرو حکیم عنایت نسیمؔ ہیں؟
جو طبؔ، ادب اور علم کی شانِ عظیم ہیں

طِبّ میں جو بے نظیر تو حکمت میں باکمال   داعیٔ حق بھی، خلق کی خدمت میں بے مثال
ہمدرد، غم گسار بھی، خوش خُلق، خوش خصال   خود دار بے پناہ تو بے خوف، با جلال
سنّت کا پیروکار اور اک عاشقِ رسول
دین و وطن کا درد رہا عمر بھر اصول!

شاعر، ادیب، فلسفی، نقاد، مقتدر   حالاتِ حاضرہ و سیاست سے باخبر
قرآن اور حدیث کے عرفان پہ نظر   غازی تھا قول و فعل کا، خود گیر و خود نگر
اسلاف کے آثار کی تصویرِ منفرد
اور اہلِ عصر کے لئے تنویرِ منفرد

تبلیغِ دیں، قیامِ وطن کی لئے اُمنگ   مرزائیوں، ہنود، فرنگی سے محوِ جنگ
اسلام کے فروغ کی تحریک ہی کے سنگ   پُر جوش ولولوں سے مزیّن رکھی ترنگ
دل میں تھی اس کے ملّتِ بیضا کی ہی تڑپ
ہر آن دشمنوں سے لی بے دھڑک جھڑپ

اللہ رے اس غیور کی شانِ قلندری   فقر و غنا کے روبرو خم تھی سکندری
تھا جلوہ گر جمال میں اندازِ دلبری   جاہ و جلال میں تھی عجب آنِ برتری
سالارِ جیشِ قائداعظم تھا یہ نسیم
یعنی یکے مجاہدِ اعظم تھا یہ نسیم

اہلِ قلم، مدبّر و شعلہ بیاں خطیب   حضرت ظفر علی کی صحافت کا بھی نقیب
اغیار، خویش، ادنیٰ و اعلیٰ کا تھا حبیب   نبض آشنائے ملّت و شہرہ زماں طبیب
مشاق تھا حکیم تو نبّاض فرد تھا
"حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا"

خاور اِسی نسیم کا فیضِ عمیم ہے   جاری اب اس کے گھر سے یہ فنِ عظیم ہے
اللہ کی "عنایت" و لطف کریم ہے   روحِ رواں اس فن کی اب راحت نسیم ہے
اِک نابغۂ وقت "عنایت نسیم" تھا
میرے وطن کے جسم کا قلبِ سلیم تھا

بقیہ رہبرانِ کرام

—:۴۱:—

گہہ تھرکتے ہیں گہہ مٹکتے ہیں
تال اور سُر میں آہ بھرتے ہیں
وعظ گا گا کے، تھاپ زانو پہ
کیا "گیانی ریاض" کرتے ہیں!

—:۴۲:—

بے تکی ہانکتے خطابت میں
بھول جائیں تو۔۔۔ "نعرۂ تکبیر!"
بھانپ کر سامعین کی بے مزگی
بھول جائیں تو۔ "نعرۂ تکبیر!"

—:۴۳:—

خدمتِ ملک کی زبانی ترنگ
صد ستائش ہے آپ کی یہ امنگ
ہاں! مگر مجھ کو اتنا بتلا دو
آپ کا قول، فعل کے ہے سنگ؟

—:۴۴:—

گاہے تقریر گیت مالا ہے
گاہے نعروں کا بول بالا ہے
سرِ منبر وہ جھوم جھوم اٹھنا
ساری محفل کو ہی اچھالا ہے

—:۴۵:—

چچے چچے پہ ہیں مرے ایجنٹ
Cent Per Cent
فضلِ ربی سے میں ہوں سینٹ پر سنٹ
قدر و قیمت مری گھٹاتے ہو
Ten Percent
کہہ رہے ہو کہ میں ہوں ٹین پر سنٹ

—:۴۶:—

مال بکری بنا کے حکمت سے
رمز بھی پا گئے ہیں "جیجا جی"
اچھے داموں یہ ملک بیچیں گے
خیر سے آ گئے ہیں "جیجا جی"

—:۴۷:—

مجھ کو اپنی انا ہے سب سے عزیز
یعنی اپنی رضا ہے سب سے عزیز
میں دلائل کو مانتا ہی نہیں
زورِ دست و پا ہے سب سے عزیز

—:۴۸:—

چور ڈاکو کرائے کے قاتل
پال رکھے ہیں جوہرِ قابل
شکر مولا مرے وڈیروں کو
حکمرانی کا راز ہے حاصل

—:۴۹:—

مرا نام و نمود اور رفعت
ہے فیوڈل نظام کی برکت
نام قرآن و آئینِ نبویؐ
میں تو لیتا ہوا ازپئے حرمت

—:۵۰:—

کفر سے واسطہ نہ توڑیں گے
رخ بہ سمتِ حرم نہ موڑیں گے
یہ تقاضائے حق و باطل ہے
ضد یہ اپنی کبھی نہ چھوڑیں گے

بقیہ تلخ نوا (فروغ و فراغ)

—:۱۱:—

نفرت کے بیج ملک میں بوتے ہو دوستو
کانٹوں کی سیج، آگ پہ سوتے ہو دوستو

ذاتی مفاد، بغض و عناد و انانیت
انسانیت سے دور کیوں ہوتے ہو دوستو؟

رشوت، فریب، جھوٹ اور جوئے کا کاروبار
کیا اس معاشرت پہ خوش ہوتے ہو دوستو؟

مسلک کے اختلافِ فروعی کو چھیڑ کر
اپنا وقار کس لئے کھوتے ہو دوستو؟

کیا حفظِ ملک و دین کی پرواہ نہیں تمہیں
دشمن ہے سر پہ اور تم سوتے ہو دوستو

پابندیٔ شریعتِ حقہ سے ہے فروغ
ترکِ شرع پہ آج کیوں روتے ہو دوستو؟

خاور تو درد مند ہے، زیرک بھی، دور بیں
ناراض جس کی بات پہ ہوتے ہو دوستو!

بقیہ سیاستِ ملکی

—:۶۴:—

گرگٹوں نے تو رنگ بدلا ہے
مینڈکی کو زکام نے مارا
کرسیٔ بے ثبات کا موسم
بن گیا سب کی آنکھ کا تارا

—:۶۵:—

ملک و ملت میں تفرقہ و فساد
ڈھنگ ہے "خواہ مخواہ" والوں کا
قاضی و قادری کے مسلک میں
رنگ ابھرا ہے کیوں "جیالوں کا"؟

—:۶۶:—

حکومت چھین سے تو کرنے دیجئے
میں فارغ ہو کے ترمیمیں پڑھوں گا
بس اپوزیشن میں آتے ہی فوراً
"خلافت راشدہ" قائم کروں گا

—:۶۷:—

یہ فنی مسئلہ ہے، نے سیاسی
کہ "کالا باغ" کا ہے ڈیم حتمی
مجھے کچھ اعتراض ہرگز نہ ہوگا
مرے ہاتھوں جو ہو "تقریب رسمی"

شعاعیں : خاور سہروردی کی نعتوں میں جذبے کی فراوانی ہے۔ قلب و نظر کی شادمانی ہے۔ حب نبوی ﷺ کی حدت ہے۔ اپنے مرشد کی عقیدت کی شدت ہے۔ اس دفور میں وہ نعت نگاری کے ہر مشکل مقام سے آسانی اور کامیابی سے گزرتے چلے گئے۔ یوں محسوس ہوا کہ جیسے صبح کاذب کے ملگجے اندھیرے میں وہ خورشید خاوری کے مثیل ہیں، صحن گلشن سے گذر رہے ہیں۔ پھولوں کو صدائے سرمدی سنا رہے ہیں۔ انہیں رنگ و نکہت عطا کر رہے ہیں۔ جس طرح پھول سے خوشبو اٹھے تو وہ چمن کی دیوار عبور کر جاتی ہے اسی طرح خاور سہروردی کی نعت اس کتاب کے صفحات میں مستور نہیں رہتی بلکہ اس کا تقدس دل و دماغ کو سرشار کر دیتا ہے۔ میں نے ورق گردانی شروع کی تو ہر شعر پر منہ سے بے اختیار "سبحان اللہ" نکل جاتا، دل سے خاور سہروردی کے لئے دعا نکلتی، وہ کتنے خوش قسمت تھے کہ پیر کامل کی اک نگاہ دل نواز نے ان کی دنیا بدل دی۔ وہ گمراہی کے اندھیروں سے نکل کر آگہی کے اجالوں میں آگئے اور اب اس اجالے کی "شعاعیں" قلب و نظر کے تمام سلسلوں کو منور کر رہی ہیں۔

انور سدید

***

"فروغ و فراغ" : خاور سہروردی کی ایک عمر کے فنی ریاض اور کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ اس صدی کے دوران اردو شاعری کے کئی روپ سامنے آئے ہیں جن کا اپنا اپنا حسن اور اپنا لطف ہے۔ فارسی اور اردو کی سدا بہار صنف غزل نے بھی اسلوب اور معنوی اعتبار سے نئے ڈھنگ اختیار کئے ہیں لیکن غزل غزل ہی رہی۔ البتہ نئی نظم نے مثنوی اور مسمط کے روایتی انداز سے اس حد تک انحراف کیا، بعد المشرقین کی سی صورت حال پیدا ہو گئی۔ نظم جدید سے پہلے ایک عبوری دور بھی نظم پر ایسا گزرا ہے کہ جس کا ذائقہ ابھی تک محسوس کیا جا سکتا ہے۔ میری مراد اخلاقی، دینی، سیاسی اور طنز و مزاح کی اس روایت سے ہے جو کہ اکبر الہ آبادی سے شروع ہوئی۔ اردو میں علامہ اقبال علیہ رحمتہ نے سنجیدہ علمی سطح پر اس کو وہ رنگ ڈھنگ بخشا کہ جس کا جواب ممکن نہیں۔ خاور سہروردی اسی اسلوب اور اسی انداز کے شاعر ہیں گویا یہ کہہ رہے ہیں کہ:

ع ما از پئے سنائی و عطار آمدیم

ان کے ہاں غزل میں روایتی اسلوب کا نکھرا ہوا آہنگ سنائی دیتا ہے تو نظم میں دینی اور اخلاقی قدروں کی سنگ باری بھی ہے۔ بنیادی قدروں کی بات کی جائے تو اس میں پارٹی پروپیگنڈا جیسی اکتا دینے والی کیفیت در نہیں آتی اور اسی طرح طنز و مزاح میں کاٹ کتنی ہی تیز ہو اور وار کتنا ہی بھرپور کیوں نہ ہو اس میں ذوق کی شستگی اور خوش مزاجی، انشراح کی کیفیت پیدا کر دیتی ہے۔ جلی کٹی سنانے والا اوچھا پن جو طبیعت کو منغض کر دیتا ہے۔ در نہیں آتا۔ یہ چند خصوصیات ہیں کہ "فروغ و فراغ" کے قارئین کتاب کے مطالعہ کے دوران یقیناً" بے لطف نہیں ہوں گے۔ باقی یہ معاملہ شعر کا ہے اور ہر قاری شعر سے اپنے ظرف اور مزاج کے مطابق حظ اٹھاتا ہے یعنی بقول غالب:۔

دل حسرت زدہ تھا مائدۂ لذت درد   کام یاروں کا بقدر لب و دنداں نکلا

(پروفیسر) حکیم راحت نسیم سودھروی
"مطب ہمدرد" اقبال ٹاؤن لاہور